جہاد کے متعلق

بعض طلبہ کے عجیب و غریب شبہات

کے جوابات

از قلم شیخ خالد بن عبد الرحمن حسینان [معروف بہ ابو زید کویتی]

شہید رحمہ اللہ

النور

AN-NOOR

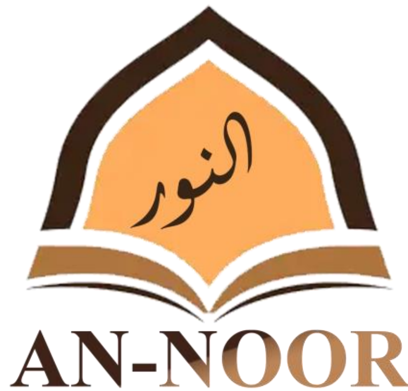
جہاد کے متعلق

بعض طلبہ کے عجیب وغریب شبہات

کے جوابات

از قلم شیخ خالد بن عبدالرحمن حسینان [معروف بہ ابو زید کویتی]

شہید رحمہ اللہ



فہرست

مصنف رحمہ اللہ کی زندگی پر ایک نظر

شیخ خالد بن عبد الرحمن حسینان شہید (جہادی نام ابو زید کویتی) رحمۃاللہ علیہ رحمۃواسعۃ، 1966ء میں پیدا ہوئے۔وہ ایک مشہور و مقبول عالمِ دین اور علماے ربانیین میں سے تھے۔

انھوں نے اسلامی یونیورسٹی امام محمد بن سعود سے اصولِ دین کے شعبے سے فراغت حاصل کی،اس کے بعد وہ وزارتِ اوقاف کی جانب سے کویت کی کئی مساجد میں امام وخطیب مقرر ہو کر دین کی خدمت کرنے لگے۔ شیخ کو، فوجی افسر تیار کرنے والی "سعد عبداللہ" نامی فوجی اکیڈمی میں بھی امامت وخطابت کی حیثیت سے کام کرنے کا موقع ملا، شیخ کے اصلاحی دروس اور ایمان افروز تقاریر کی وجہ سے کویتی فوج نے انھیں اُس مسجد سے اِس خدشہ کی بناپر ہٹادیا کہ کہیں یہ، فوجی افسران پر اثر انداز ہو کر انھیں مکمل طور پر اسلام کی اتباع کرنے والا اور کفریہ قوانین واحکامات کی پیروی چھوڑ کر صرف اللہ کے قوانین کی پیروی کرنے والا نہ بنادیں پھر شیخ کو فوجی اکیڈمی کی مسجد سے کویت کے علاقہ "جلیب الشیوخ" میں موجود "مسجدِ بلقیس" میں منتقل کر دیا گیا۔

شیخ نے اس مسجد سے دعوتی کام کو جاری رکھا اور بڑے بڑے جلسوں میں تقریریں کرکے دین کی باتیں عام لوگوں تک پہنچائی؛ نیز کویت کے مختلف علاقوں میں، مختلف موسموں اور مواقع سے، نوجوانوں کی دینی تربیت کے لیے لگائے گئے تربیتی ودعوتی خیموں میں نوجوانوں کی اسلامی تربیت کرنے اور اصلاحی دروس دینے والے مشہور و معروف اور فعال علما میں سے ایک آپ بھی تھے۔

شیخ ریڈیو پر بھی دینی دروس اور کئی اصلاحی پروگرام پیش کرتے تھے۔وہ کئی کتابوں کے مصنف ہیں اور ان کی کیسٹوں کو، کویت کے علاوہ دیگر عرب ملکوں میں بھی وسیع پیمانے پر دعوت دینے اور نوجوانوں کی اصلاح کرنے کے لیے اہلِ خیر اور اصحابِ دولت وثروت حضرات تقسیم کرتے ہیں۔

2007ء میں شیخ کو اللہ تعالیٰ نے یہ توفیق دی کہ وہ کویت میں موجود اپنے گھر کو فروخت کرکے اپنے اہل وعیال کو لے کر کئی کویتی سلفی بھائیوں کے ساتھ جہادی محاذ کی طرف ہجرت کرتے ہوئے سرزمینِ افغانستان آگئے۔ یہاں وہ الحمدللہ قابض امریکیوں کے خلاف جہاد کرنے کے علاوہ افغان شہروں میں دعوتی دوروں پر نکل کر عوام الناس کی دینی وایمانی تربیت اور ان کے عقائد کی اصلاح کرنے کے لیے،افغانی مساجد میں درس بھی دیتے اور تقریر بھی کرتے تھے۔اِس کے علاوہ مختلف افغانی مورچوں پر موجود مجاہدین کے

پاس جا کر انہیں جہادی دروس دینے اور جہاد کے شرعی مسائل بتانے کا بھی اہتمام کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے شیخ کو اِس نعمت سے بھی نوازا کہ انہیں مجاہدین کی دینی قیادت کرنے والے اہم فریضے کو بھی بجالانے کی توفیق عنایت فرمائی، جس سے آج عالمِ اسلام کے بڑے بڑے نامور علماء وشیوخ بھی محروم ہیں اور وہ جہاد پر نکلنے کے بجائے اپنے گھروں میں ہی بیٹھے بیٹھے درس دے کر اور تقریر کر کے یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے دعوت کا حق ادا کر دیا ہے اور اب ہمیں یہ اتھارٹی حاصل ہو چکی ہے کہ ہم جہاد سے پیچھے بیٹھ کر مجاہدین کے اعمال کا جائزہ لیں اور ان کے متعلق کفری میڈیا سے سنی سنائی باتوں کی روشنی میں فتاوی جاری کر کے مسلمانوں کو ان سے متنفر کریں اور مجاہدین پر طعن وتشنیع کریں۔ حالاں کہ ان کو یہ نہیں معلوم کہ دینِ اسلام، جہاد سے پیچھے بیٹھے رہنے والے اور دشمنانِ اسلام پر کاری ضرب لگانے والی دعوت کو چھوڑنے والے علما کو یہ اختیار نہیں دیتا ہے کہ وہ مجاہدین کے بارے میں رائے زنی کریں اور ان کے خلاف کوئی بات کریں، ایسے (جہاد کے مخالف) علما کی دعوت میں بھی کوئی اثر نہیں رہ جاتا اور سمجھدار عوام بھی اپنی ایمانی غیرت کی وجہ سے ان سے بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے ان کی کوئی بات بھی سننا گوارا نہیں کرتے۔

شیخ کا اندازِ گفتگو اور اسلوبِ کلام، اِس قدر سحر انگیز ہے کہ کوئی ان کا درس یا تقریر سنتے ہوئے کبھی بوریت محسوس نہیں کرتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شیخ عالم باعمل ہونے کے علاوہ، تواضع پسند مُبلّغ اور اعلی اخلاق کے حامل داعی تھے۔ شیخ کا، دعوت دینے اور اصلاحی وتربیتی گفتگو کرنے کا انداز اتنا نرالا والبیلا ہے کہ وہ آپ کے چہرے پر مسکراہٹ بکھیر دے گا اور آپ ان کی بات سن کر ضرور اپنی اصلاح کی طرف مائل ہوں گے۔

آپ رحمة الله عليه - جماعت قاعدۃ الجہاد معروف بہ "القاعدۃ'' کی تربیتی مربی کے طور پر خدمت انجام دیتے تھے مجاہدین کے لیے اصلاحی وتربیتی بیانات کرتے تھے حتی کہ القاعدہ کی قیادت میں ان کو ایک مقام حاصل ہو گیا تھا اور جماعت کی اہم شخصیت کے طور پر جانے جاتے تھے۔

جب شیخ ابو یحیٰ لبیؔ—رحمہ اللہ—شہید ہو گئے تو حکیم الامت ایمن الظواہری—حفظہ اللہ—کے بعد دوسرا شخص شیخ خالد—رحمہ اللہ—ہی تھے، جو جماعت کے افراد کو شرعی وفقہی دروس دیتے تھے اور جماعت کے مفتی کے طور پر خدمت انجام دیتے تھے۔

جس کے نتیجے میں شیخ، پاکستانی حکومت اور اقوام متّحدہ کا ہدف بن گئے تھے۔

آخر کار ۴۶ برس کی عمر میں، ۶ دسمبر ۲۰۱۲ کو رمضان المبارک کے مہینے میں سحری کھاتے وقت امریکی ڈرون حملے سے شمالی وزیرستان کے صدر مقام میر انشاہ سے تیرہ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ایک گاؤں "مبارک شاہی، میر علی سب ڈویشن" میں اپنے کئی ساتھیوں سمیت شہادت کے رتبے پر فائز ہوئے۔ رحمہم اللہ أجمعین۔

شیخ خالد — رحمہ اللہ — کی متعدد تصانیف موجود ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ شہرت و مقبولیت "أَكْثَرُ مِنْ أَلْفِ سُنَّةٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ" نامی کتاب کو حاصل ہوئی۔

جس کی متعدد زبانوں میں ترجمے شائع ہوئے اور اس کے ایڈیشن، بہت سارے ممالک میں موجود ہیں۔ اردو میں "پیارے نبی ﷺ کی پیاری سنتیں" کے نام سے شائع ہوئی، ہندی میں بھی اس کا ترجمہ دستیاب ہے۔ اس کتاب سے اللہ تعالیٰ نے، امتِ مسلمہ کو بہت زیادہ فائدہ پہنچایا ہے۔

انہیں میں سے ایک کتاب ''عجائب وغرائب فی واقع بعض طلبة العلم'' ہے جس کا ترجمہ — الحمد للہ —

بعنوان "جہاد کے متعلق بعض طلبہ کے عجیب و غریب شبہات کے جوابات"

آپ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔" ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس عمل کو اور شیخ رحمہ اللہ کی دعوتی و جہادی جد وجہد — خصوصاً شہادت — کو قبول فرمائے۔ اور ہمیں اور تمام قارئین کو اِس کتاب سے استفادہ کرنے اور اپنی ایمانی و اصلاحی تربیت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا ربَّ العالمین

ادارہ النور پبلکیشن

جہاد کے متعلق

بعض طلبہ کے عجیب و غریب شبہات

کے جوابات

بِسْمِ اللہ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن، وَصَلَّى اللہُ وَسَلَّمَ وَبَارَكَ عَلٰى نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ۔

أَمَّا بَعْد...

تفکرات، ہدایات، حیرت انگیز سوالات وخیالات پر مشتمل یہ ایک مجموعہ ہے جو اکثر میرے ذہن ودماغ میں گردش کرتے رہتے تھے، اور جنہیں اپنے دوستوں، ساتھیوں اور طالب بھائیوں کے سامنے بیان کرنے اور ان کی توضیح و تشریح کرنے کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔ یہ کتابچہ ان لوگوں کے لیے جن کے ساتھ میری زندگی کا چوتھائی حصہ گزرا۔ خیر خواہی و خیر سگالی، محبت و شفقت، مہربانی و ہمدردی اور رحم و کرم کے گلدستے کی شکل میں ایک تحفہ ہے... اور ایسا تحفہ کیوں نہ پیش کیا جائے جب کہ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے کو صبر وضبط، رحم و کرم اور حق کی فہمائش کرنے کا حکم دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ﴾ (البلد 17) ترجمہ: اور انہوں نے ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی اور رحم کرنے کی بھی وصیت کی۔ اور ﴿وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ﴾ (العصر 3) ترجمہ: اور حق پر قائم رہنے کی اور صبر کرنے کی، آپس میں وصیت کرتے رہے؛ لہٰذا ایک دوسرے پر مہربانی کرنا، مل جل کر رہنا اور ایک دوسرے کو، خیر خواہی و خیر سگالی اور بھلائی اور اچھے اعمال کی فہمائش کرنا ہی، ہم مسلمانوں کا شعار و امتیاز اور ایک خصوصی شناخت و پہچان ہے۔

خوب جان لیجیے...! —اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔ جب آپ جہاد کے لیے نکلنے کا ارادہ کریں گے تو آپ کو جہاد سے روکنے کے لیے، شیطان اور اس کے حواری اور حوالی و موالی، سب کے سب اپنے ہر طرح کے وسوسے، حیلے بہانے اور وسائل و ذرائع کو لے کر آپ کی طرف بھاگیں گے۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴿(الفرقان: 29)

ترجمہ: اور شیطان تو ہے ہی ایسا کہ وقت پڑنے پر انسان کو بے کس چھوڑ جاتا ہے۔

یعنی: وہ اسے راہِ حق سے برگشتہ کرتا ہے۔ اسے باطل میں استعمال کرتا ہے اور اسے اس کی دعوت دیتا ہے۔

امام نسائی وغیرہ نے سَبُرہ بن ابو فاکہ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ شیطان، انسان کے تین راستوں پر بیٹھا ہوتا ہے، سب سے پہلے اسلام کے راستے پر بیٹھا ہوتا ہے اور کہتا ہے: کیا تم مسلمان ہونے جا رہے ہو...؟ اپنے آباء واجداد کا دین چھوڑنے جا رہے ہو...؟ جب انسان، شیطان کی باتوں سے منہ موڑ کر اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔ تو ہجرت کے راستے پر بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے: کیا تم ہجرت کرنے جا رہے ہو...؟؟؟ اپنا وطن چھوڑنے جا رہے ہو...؟؟؟ ارے! مہاجر تو لمبی رسی میں بندھے ہوئے گھوڑے کی طرح بالکل مقید رہتا ہے؟؟ پھر جب انسان اس کی باتوں سے منہ موڑ کر ہجرت کر جاتا ہے۔ تو جہاد کے راستے پر آ کر بیٹھ جاتا ہے۔ اور کہتا ہے: جہاد کرنے جا رہے ہو...؟؟؟؟ جہاد میں جان اور مال دونوں قربان کرنے پڑتے ہیں، جہاد کرو گے تو قتل کر دیے جاؤ گے، تمھاری عورت کسی اور سے نکاح کر لے گی...... اور مال و متاع لوگ آپس میں تقسیم کر لیں گے!! پھر جب شیطان کی باتوں سے منہ موڑ کر جہاد میں شرکت کر لیتا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص ایسا کر لیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کرنے کی ذمے داری لے لیتے ہیں، چاہے شہید ہو جائے یا ڈوب کر یا جانور سے گر کر مر جائے، (کسی بھی طرح مرے) اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرنے کی ذمے داری لے لیتے ہیں۔[1]

غور کیجیے...! کیوں کر نبی کریم ﷺ نے اسلام، جہاد اور ہجرت سے روکنے کو شیطان کے مکر و فریب میں سے شمار فرمایا ہے؟

چاہے آپ شیطان کے مکر و فریب سے دھوکہ کھائیں یا اس کی باتیں مان کر اس کے دوست بن جائیں، جان لیں... اللہ کے یہاں کسی کا حق مارا نہیں جاتا، ہر شخص کو اس کے اچھے اور برے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا؛ لہذا اپنے آپ کو قیامت کے دن کی رسوائی سے بچائیے۔

---

[1] ''اخبرنا قتيبة، قال: حدثنا الليث، عن سعيد، عن عطاء بن ميناء مولى ابن ابي ذباب، سمع ابا هريرة، يقول: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: "انتدب الله عز وجل لمن يخرج في سبيله، لا يخرجه إلا الإيمان بي والجهاد في سبيلي، انه ضامن حتى ادخله الجنة بايهما كان إما بقتل، او وفاة، او ارده إلى مسكنه الذي خرج منه نال ما نال من اجر، او غنيمة (نسائی 3125)".

شبہ نمبر-۱

سب سے عجیب بات یہ ہے کہ بعض طلبہ، جب کسی کے بارے میں سنتے ہیں کہ وہ جہاد کے علاوہ کسی نیک کام کو انجام دینے کا ارادہ رکھتا ہے۔ تو وہ اسے نہ روکتے ہیں اور نہ اس کی راہ میں رکاوٹ ڈالتے ہیں۔ اور جب اسی شخص کے بارے میں یہ سنتے ہیں کہ وہ جہاد کرنے اور کفار کو شکست دینے کا ارادہ رکھتا ہے تو اسے باز رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں، جب کہ نبی کریم ﷺ کی تصریح کے مطابق جہاد، نیکی کے افضل ترین اعمال میں سے ہے۔

آخر ساری نفرت وعداوت جہاد ہی سے کیوں ہے ؟؟؟

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ۭ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ۭ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ۝ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَاۗءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ (التوبة: 81، 82)

ترجمہ: جن لوگوں کو (غزوہ تبوک سے) پیچھے رہنے دیا گیا تھا، وہ رسول اللہ کے جانے کے بعد اپنے (گھروں میں) بیٹھے رہنے سے بڑے خوش ہوئے، اور ان کو یہ بات ناگوار تھی کہ وہ اللہ کے راستے میں اپنے مال وجان سے جہاد کریں، اور انہوں نے کہا تھا کہ: اس گرمی میں نہ نکلو۔ کہو کہ: جہنم کی آگ گرمی میں کئی زیادہ سخت ہے۔ کاش۔ ان کو سمجھ ہوتی۔ اب یہ لوگ دنیا میں تھوڑا بہت ہنس لیں اور پھر آخرت میں خوب روتے رہیں، کیوں کہ جو کچھ عمل یہ کرتے رہے ہیں اس کا یہی بدلہ ہے۔

علامہ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس آیت کے ذریعے، صاف طور پر بیان فرمارہے ہیں کہ منافقین جہاد چھوڑ کر گھر بیٹھنے اور جہاد سے لاپروائی برتنے پر خوش ہوتے ہیں، یہ (جہاد ترک کر کے خوش ہونا) اس بات کی دلیل ہے کہ انھوں نے ایمان چھوڑ کر کفر اختیار کر لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صرف اتنا ہی نہیں بیان فرمایا کہ منافقین گھروں میں بیٹھے رہتے ہیں بلکہ یہ بھی بتایا کہ اس پر وہ خوش بھی ہوتے ہیں... جب کہ بلا عذر جہاد چھوڑ کر گھروں میں بیٹھے رہنا بھی حرام ہے۔ اور یہ بہت بڑا جرم ہے؛ کیوں کہ یہ منافقین بلا عذر جہاد چھوڑنے کے ساتھ ساتھ اس گناہ کو کر کے خوش بھی ہوتے ہیں اور اتراتے بھی ہیں۔

اس کے بر خلاف مومنین کو اگر کسی عذر کی وجہ سے جہاد سے رکنا بھی پڑتا ہے تو بہت غمزدہ ہوتے ہیں، افسوس کرتے ہیں اور ان کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اللہ کے راستے میں اپنے جان ومال سے جہاد کریں، اس وجہ سے کہ ان کے دلوں میں ایمان ہے، وہ اللہ تعالیٰ

کے فضل وکرم کے خواہاں ہیں......اور منافقین ہمیشہ ہمیش کی راحت کو بالائے طاق رکھ کر وقتی راحت وسکون کو ترجیح دیتے ہوئے کہتے ہیں: گرمی میں مت نکلو... گرمی کی وجہ سے بڑی مشقت ہوتی ہے۔

میرے مسلمان بھائی! جب آپ جہاد کے لیے نکلنے کا ارادہ کرتے ہیں تو یہ لوگ کیوں روکتے ہیں؟ اس کی کیا وجہ ہے؟

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَالْقَاۗىِٕلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا ۚ وَلَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ (الاحزاب 18)

ترجمہ: اللہ تم میں سے ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو جہاد میں رکاوٹ ڈالتے ہیں اور اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں کہ ہمارے پاس چلے آؤ اور خود لڑائی میں آتے نہیں، اور آتے ہیں تو بہت کم۔

• امام طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ اپنے نفاق کی وجہ سے اور اسلام واہل اسلام کی پسپائی کے لیے رسول اللہ ﷺ کے پاس جانے سے اور جہاد کے لیے نکلنے سے روکتے ہیں اور کہتے ہیں کہ محمد کو چھوڑ کر ہمارے پاس آجاؤ کیوں کہ ہمیں یہ اندیشہ ہے کہ محمد کے ساتھ کہیں تم بھی نہ ہلاک ہو جاؤ۔

وہ تو جنگ وقتال کے لیے آتے ہی نہیں اگر آبھی جاتے ہیں تو بہانا بنا کر نکلنے کی کوشش کرتے ہیں۔

شبہ نمبر-۲

ایک عجیب بات یہ ہے کہ بعض طلبہ جب کسی کو جہاد اور شہداء کی فضیلت بیان کرتے ہوئے سنتے ہیں تو غصے کے مارے ان کے چہرے کا رنگ بدل جاتا ہے، گردن کی رگیں موٹی ہو جاتی ہیں، اعصاب سخت ہو جاتے ہیں اور جھلّاتے ہوئے اس طرح اٹھتے ہیں جیسے کسی سانپ نے ڈس لیا ہو اور اس کی مخالفت میں کہتے ہیں: تم علم اور علماء کی فضیلتیں کیوں نہیں بیان کرتے؟ اور اگر وہی شخص ان کی فضیلتیں بیان کرنے لگے تو ان کو کوئی تکلیف نہیں ہوتی، پھر یہ نہیں کہتے کہ آپ جہاد اور شہداء کی فضیلتیں کیوں نہیں بیان کرتے...؟ دونوں عبادتوں کے درمیان یہ دورخا پن کیوں ہے؟ جب کہ دونوں ہی عبادتیں کتاب وسنت سے ثابت ہیں۔ اپنے دل کی طرف رجوع کیجیے، اس سے پوچھیے دیکھیے اور غور کیجیے کہ اس نظریے میں کیا خرابی ہے؟

کیا آپ کو معلوم ہے کہ اکثر آیات واحادیث، نماز اور جہاد سے متعلق ہیں؟

شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے فرمایا: اکثر آیات واحادیث، نماز اور جہاد سے متعلق وارد ہوئی ہیں۔

نبی کریم ﷺ بیمار کی عیادت میں دعا فرماتے تھے:

{اللهم اشف عبدك يشهد لك صلاة ؛ وينكأ لك عدوا }[2]

ترجمہ: اے اللہ اپنے بندے کو شفاعطا فرمایہ تیرے ہی لیے نماز میں شرکت کرتا ہے۔اور تیرے ہی لیے دشمن کو قتل کرتا ہے۔

نیز نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: «رَأْسُ الْأَمْرِ الْإِسْلَامُ ، وَعَمُودُهُ الصَّلَاةُ، وَذِرْوَةُ سَنَامِهِ الْجِهَادُ» [3]

ترجمہ: دین کی بنیاد اسلام ہے،اس کا ستون نماز ہے اور اس کے کوہان کی بلندی، جہاد ہے۔

شبہ نمبر-۳

بعض طلبہ میں ایک عجیب بات یہ بھی پائی جاتی ہے کہ جب علماء اور بزرگوں کی کرامتیں سنتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور اس کو بیان کرتے پھرتے ہیں لیکن جب مجاہدین اور شہداء کی کرامتوں کے بارے میں سنتے ہیں تو ان کی پیشانی شکن آلود ہو جاتی ہے،اور ان کا دل تنگ ہونے لگتا ہے۔اور دوسروں کو ان کی نشر واشاعت کرنے سے روکتے ہیں۔ان کو من گھڑت باتوں اور صوفیاء کے گھڑے ہوئے قصوں کے ساتھ جوڑتے ہیں......آخر اس یک طرفہ رویّے اور عصبیت کی کیا وجہ ہے؟ جب کہ علماء، مجاہدین اور شہداء سبھی اللہ کے ولی ہیں۔

کیا آپ کو معلوم ہے کہ شہداء، ولایت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوتے ہیں؟

ابن قیم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک شہادت ، ولایت کا اعلیٰ مرتبہ ہے، شہداء اللہ تعالیٰ کے خاص اور مقرب بندے ہیں......اور مقامِ صدیقیّت کے بعد شہادت کا ہی درجہ ہے۔اللہ تعالیٰ کو یہ بات محبوب ہے کہ اس کے بندے شہید بنیں، ایسے

---

[2] عن ابن عمرو، قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: " إذا جاء الرجل يعود مريضاً، فليقل: اللهم اشف عبدك، ينكأ لك عدوا، او يمشي لك إلى جنازة". قال ابو داود: وقال ابن السرح: إلى صلاة. _رواه أبوداؤد 3107 والفظ له .رواه أحمد 6600

[3] ا: الترمذی | أَبْوَابُ الْإِيمَانِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ | بَابٌ : مَا جَاءَ فِي حُرْمَةِ الصَّلَاةِ-الجزء رقم :4، الصفحة رقم:362

2616 عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ..... فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَخْبِرْنِي بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ وَيُبَاعِدُنِي عَنِ النَّارِ. قَالَ: ..... ثُمَّ قَالَ: " أَلَا أُخْبِرُكَ بِرَأْسِ الْأَمْرِ كُلِّهِ وَعَمُودِهِ وَذِرْوَةِ سَنَامِهِ ؟ " قُلْتُ: بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ. قَالَ: " رَأْسُ الْأَمْرِ الْإِسْلَامُ، وَعَمُودُهُ الصَّلَاةُ، وَذِرْوَةُ سَنَامِهِ الْجِهَادُ ".

هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. حكم الحديث: صحيح

۲: مُسْنَدُ أحمد | مُسْنَدُ الْأَنْصَارِ | حَدِيثُ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ الجزء رقم :36، الصفحة رقم:344

شہید جن کے خون اللہ کی محبت اور خوشنودی کے لیے بہتے ہیں اور جو اپنی جان پر اللہ کی رضا اور محبت کو ترجیح دیتے ہیں اور یہ شہادت کا مرتبہ، اس کے اسباب اختیار کیے بغیر یعنی دشمن کو زیروزبر کیے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔

شبہ نمبر-۴

بعض طلبہ کے درمیان یہ مرض عام ہے کہ جب مجاہدین کی لغزشوں کے بارے میں سنتے ہیں تو فرحت محسوس کرتے ہیں، ایسا لگتا ہے کہ ان مجاہدین کی لغزشوں سے، (جہاد چھوڑ کر گھر بیٹھنے کے سلسلے میں) ان طلبہ کا جو غلط نظریہ ہے اس کے صحیح ہونے کی تائید ہوتی ہے، وہ مجاہدین کے ساتھ پیش آمدہ مصیبتوں سے پناہ مانگتے ہیں اور لوگوں سے مجاہدین کی خبریں معلوم کرتے ہیں؛ تاکہ اُن کی مصیبت و تکلیف سے انہیں خوشی اور سکون حاصل ہو اور لوگوں کو یقین ہو جائے کہ انہوں نے گھر بیٹھنے کا جو فیصلہ کیا ہے وہ ایسے ہی نہیں؛ بلکہ اپنی فہم و فراست کے ذریعے، قافلہ جہاد میں شرکت کے انجام پر غور و فکر کرنے کے بعد ہی کیا ہے، ان جیسے لوگوں ہی کے بارے میں ارشاد ربانی ہے۔

هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ ۚ وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ۭ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُم ۞ (محمد:38)

ترجمہ: دیکھو! تم ایسے ہو کہ تمہیں اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کے لیے بلایا جاتا ہے تو تم میں سے کچھ لوگ ہیں جو بخل سے کام لیتے ہیں، اور جو شخص بھی بخل کرتا ہے وہ خود اپنے آپ ہی سے بخل کرتا ہے۔ اور اللہ بے نیاز ہے، اور تم ہو جو محتاج ہو۔ اور اگر تم منہ موڑو گے تو وہ تمہاری جگہ دوسری قوم پیدا کر دے گا، پھر وہ تم جیسے نہیں ہوں گے۔

لیکن جب یہ لوگ مجاہدین کے غلبے اور فتوحات کی خبریں سنتے ہیں تب ان کے منہ لٹکے ہوئے نظر آتے ہیں۔

یہ رویّہ جس طرح ان کے لیے درست نہیں۔ اسی طرح مجاہدین کے لیے بھی یہ درست نہیں کہ وہ علماء کی خطاؤں اور لغزشوں پر خوش ہوں؛ بلکہ تمام مسلمانوں پر ضروری ہے کہ وہ ایک دوسرے سے محبت، الفت اور نرمی کا برتاؤ کریں؛ کیوں کہ ایمان والے ایک جسم کے مانند ہوتے ہیں۔



شبہ نمبر-۵

بعض طلبہ کے درمیان ایک مرض یہ بھی پایا جاتا ہے کہ اگر ان کو جہاد سے رکنے کا کوئی حیلہ اور بہانہ مل جائے تو خوش ہو جاتے ہیں، وہ علماء کے فتاویٰ ہوں یا جہاد، مقدس مقامات اور مسلمانوں کی عزت و آبرو کے دفاع پر ابھارنے والے مجاہدین کے رسائل کی تردید میں لکھی گئی کتابیں

ہوں۔یقینا یہ افسوسناک بات ہے...جب کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو جب جہاد سے رکنا پڑتا تھا،—وہ بھی کسی مجبوری کی وجہ سے—تو غمزدہ ہوتے اور روتے تھے۔جہاد سے عشق و محبت، شوق و رغبت اور اس کی بے انتہا خواہش و تمنا کے سلسلے میں صحابہ رضی اللہ عنہم اور ہمارے درمیان کتنا بڑا فرق ہو گیا ہے؟ کہ ہم جہاد چھوڑ کر گھر بیٹھنے کے لیے ہر طرح کے حیلے اور عذر کی تلاش میں رہتے ہیں۔لا حول ولا قوۃ إلا باللہ۔

یہ منافقانہ چال ہے جس کے متعلق ارشاد ربانی ہے:

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ۭ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ۭ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ۝ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَاۗءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝(التوبۃ: 81، 82)

ترجمہ: جن لوگوں کو(غزوہ تبوک سے) پیچھے رہنے دیا گیا تھا، وہ رسول اللہ کے جانے کے بعد اپنے (گھروں میں) بیٹھے رہنے سے بڑے خوش ہوئے، اور ان کو یہ بات ناگوار تھی کہ وہ اللہ کے راستے میں اپنے مال و جان سے جہاد کریں، اور انہوں نے کہا تھا کہ: اس گرمی میں نہ نکلو۔ کہو کہ: جہنم کی آگ گرمی میں کہیں زیادہ سخت ہے۔کاش۔ان کو سمجھ ہوتی۔اب یہ لوگ دنیا میں تھوڑا بہت ہنس لیں اور پھر آخرت میں خوب روتے رہیں، کیوں کہ جو کچھ عمل یہ کرتے رہے ہیں اس کا یہی بدلہ ہے۔

جب کہ ایک مرتبہ کوئی صحابی کسی عذر کی وجہ سے جنگ میں شرکت نہ کر سکے تو اس موقع سے اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل آیت کے ذریعے ہمیں جہاد سے اُس صحابی اور دیگر صحابہ کرام—رضي اللہ عنھم—کے تعلق و لگاؤ اور عشق و محبت کے حالات و واقعات سے باخبر کیا۔

وَّلَا عَلَي الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۠ تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ۝ (التوبۃ: 92)

ترجمہ: اور نہ ان لوگوں پر (کوئی گناہ ہے) جن کا حال یہ ہے کہ جب وہ تمہارے پاس اس غرض سے آئے کہ تم انہیں کوئی سواری مہیا کر دو، اور تم نے کہا کہ: میرے پاس تو کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس پر میں تمہیں سوار کر سکوں۔تو وہ اس حالت میں واپس گئے کہ ان کی آنکھیں اس غم میں آنسوؤں سے بہہ رہی تھیں کہ ان کے پاس خرچ کرنے کو کچھ نہیں ہے۔

شبہ نمبر-٦

بعض طلبہ کے اندر ایک عجیب وغریب بات یہ بھی ہوتی ہے کہ مجاہدین کی لغزشوں کو سن کر اپنے آپ کو جہاد ورباط (اسلامی سرحد کی حفاظت) کی فضیلت سے محروم رکھتے ہیں، جب کہ لغزش اور خطا سے تو کوئی بھی انسان محفوظ نہیں ہے۔ کیا آپ نے اپنے آپ سے یہ سوال کیا کہ اگر بنو جذیمہ پر چڑھائی کے دن آپ، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے لشکر میں موجود ہوں، تو کیا آپ جہاد کرنا چھوڑ دیں گے؟ کیا وہ اپنے آپ کو علمِ دین سے محض اس لیے محروم رکھ سکتے ہیں کہ فقہ اور عقائد کے مسائل میں بعض علماء سے غلطیاں ہوئی ہیں...؟ کم از کم کوئی عقلمند تو یہ بات نہیں کہہ سکتا۔



شبہ نمبر-۷

ایک عجیب وغریب بات یہ بھی ہے کہ بعض طلبہ اس وجہ سے جہاد کی فضیلت سے محروم رہتے ہیں کہ ان کے استاذ نے جہاد کے لیے خروج نہیں کیا، انھوں نے بھلا دیا کہ ان کے قائد ورہبر حضرت نبی کریم ﷺ نے بذات خود جہاد کے لیے خروج فرمایا۔

قرآن پاک میں اللہ تعالی نے نبی کریم ﷺ کے متعلق ارشاد فرمایا ﴿لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ (التوبہ 88)

ترجمہ: لیکن رسول اور جو لوگ ان کے ساتھ ایمان لائے ہیں، اور جنھوں نے اپنی جان اور مال سے جہاد کیا ہے، اور یہی لوگ ہیں جو فلاح پانے والے ہیں۔

کیا کوئی مسلمان ایسا سوچ سکتا ہے کہ طاعات وعبادات کو محض اس لیے چھوڑ دے کہ اس کے استاذ نے چھوڑ رکھا ہے...؟ کیا آپ کے دل میں استاذ کی عظمت رسول اللہ ﷺ سے زیادہ ہے؟ اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن اتباعِ استاذ کے متعلق نہیں؛ بلکہ) اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ہی سوال کرے گا۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں ﴿وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ (القصص 65)

ترجمہ: اور وہ دن (بھی ہر گز نہ بھولو) جب اللہ ان کو پکارے گا، اور کہے گا: تم نے پیغمبروں کو کیا جواب دیا تھا؟

شبہ نمبر-۸

ایک عجیب بات یہ بھی ہے کہ بعض طلبہ جب کسی کو جہاد کے لیے خروج کرتے ہوئے دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ شہادت سے افضل تو صدیقیت کا درجہ ہے تو پھر تم اسے چھوڑ کر شہادت کی طرف کیوں بھاگے چلے جا رہے ہو؟

اس شبہے کا جواب یہ ہے کہ:

•۱ مرتبہ صدیقیت کے افضل ہونے کی وجہ سے کیا صحابہ نے جہاد چھوڑ دیا تھا؟

•۲ کیا وہ طلبہ غیب کی باتیں جانتے ہیں؟ یا اللہ کے یہاں (اپنے لیے) صدیقیت کے مرتبے کی ضمانت لیتے ہیں؟

•۳ کیا کسی کے اندر یہ مجال ہے کہ وہ اپنے آپ کو پاک صاف بتائے اور یہ کہے کہ وہ صدیقیت کے مقام پر پہنچ چکا ہے؟ لہذا اس کو جہاد کرنے کی ضرورت نہیں ہے؟

•۴ کیا صدیقین کی یہ صفت ہے کہ وہ لوگوں کو جہاد سے باز رہنے پر آمادہ کریں؟ پھر تو وہ منافقانہ خصلت کے حامل ہو جائیں گی۔

•۵ یا صدیقیت اور شہادت دونوں صفات کو جمع کرنا محال ہے؟

•۶ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ — جو کہ صدیقین کے لیے نمونہ و آئیڈیل، امام و پیشوا اور اس امت کے سب سے بڑے صدیق ہیں حتی کہ آپ رضی اللہ عنہ کو "صدیق" کے لقب سے نوازا گیا — وہ تو جہاد کے شوقین ہی نہیں بل کہ اس پر لوگوں کو ابھارتے بھی تھے اور قربانی اور جواں مردی سے آپ — رضي الله عنه — کی زندگی بھری پڑی ہے؛ چناں چہ آپ رضی اللہ عنہ، تمام غزوات میں نبی کریم — صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — کے ساتھ شریک رہے۔

تو اے مقام صدیقیت تک پہنچنے کی خواہش رکھنے والو! کیا تمھارے لیے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، اسوہ اور نمونہ نہیں ہیں؟

• کیا آپ کو یہ بات معلوم ہے کہ صدیقیت تک پہنچنے کا راستہ جہاد ہی ہے؟

اللہ تعالی فرماتے ہیں ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجَاهَدُوْا بِأَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اُولٰۗئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ﴾ (الحجرات 15)

ترجمہ: ایمان لانے والے تو وہ ہیں جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول کو دل سے مانا ہے، پھر کسی شک میں نہیں پڑے، اور جنھوں نے اپنے مال و دولت اور اپنی جانوں سے اللہ کے راستے میں جہاد کیا ہے۔ وہی لوگ ہیں جو سچے ہیں۔

• علامہ سعدی —رحمۃ اللہ علیہ— اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: حقیقت میں مومن کامل وہ ہیں جنھوں نے ایمان وجہاد دونوں کو جمع کیا، کیوں کہ کفار کے خلاف جہاد کرنا، دل میں ایمانِ کامل ہونے کی دلیل ہے؛ اس لیے کہ جو شخص کفار سے اسلام اور قیام شریعت کی خاطر جہاد کرتا ہے تو وہ بہ درجہ اولی اس بات کے لیے کوشاں ہوگا کہ وہ خود بھی دین و شریعت کا پابند ہو......اور اس لیے بھی کہ جس کے اندر جہاد کے تئیں ضعف پایا جائے تو یہ ضعف اس بات پر دلالت کرے گا کہ اس کا ایمان بھی ضعیف ہے، (اس آیتِ کریمہ میں) اللہ تعالی نے ایمان کے لیے جو عدمِ شک کی شرط لگائی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ نفع بخش ایمان یہ ہے کہ جن چیزوں پر ایمان لانے کا اللہ تعالی نے حکم دیا ہے ان پر اس قدر پختہ یقین ہو کہ اس میں ذرہ برابر بھی شک کی گنجائش باقی نہ رہے۔

مزید فرماتے ہیں کہ: اللہ تعالی کے فرمان ﴿أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ﴾ میں "الصادقون" سے مراد وہ لوگ ہیں جو اعمال صالحہ کے ذریعے اپنا ایمان سچ ثابت کر دکھائیں، کیوں کہ صدق ان تمام دعووں میں ایک بڑا دعوی ہے جن کو دلیل سے ثابت کرنا ضروری ہوتا ہے اور اس سے بھی بڑا دعوی ایمان کا دعوی ہوتا ہے، جس ایمان پر سعادت و خوش بختی، ابدی کامیابی و کامرانی اور ہمیشہ ہمیش کی فلاح و بہبود کا دار و مدار ہے، جو شخص صدق و ایمان کا دعوی کرے اور اس کے واجبات و لوازمات کو بھی پورا کرے تو در حقیقت وہی مومن صادق ہے......اور جو شخص اس (صدق و ایمان کا دعوی تو کرے لیکن) اس کے واجبات و لوازمات میں کوتاہی برتے تو وہ اپنے دعوے میں سچا نہیں ہو سکتا، اس کے دعوے کا کوئی فائدہ نہیں، کیوں کہ ایمان تو دل میں ہوتا ہے اور اللہ کے سوا کوئی بھی دل کی باتوں سے باخبر نہیں ہے۔

افضل امتی کون؟

• شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے فرمایا: نبی کریم ﷺ کا سب سے افضل امتی وہ ہے جو آپ ﷺ کی سب سے زیادہ اطاعت کرنے والا ہو......اور یہ فضیلت ایمان، یقین اور جہاد سے حاصل ہوتی ہے، جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ﴾ (الحجرات 15)

ترجمہ: ایمان لانے والے تو وہ ہیں جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول کو دل سے مانا ہے، پھر کسی شک میں نہیں پڑے، اور جنھوں نے اپنے مال و دولت اور اپنی جانوں سے اللہ کے راستے میں جہاد کیا ہے۔ وہی لوگ ہیں جو سچے ہیں۔

جو لوگ حکم الٰہی کو چھوڑ بیٹھتے ہیں، اپنے افکار و خیالات اور اپنی ناقص عقل و فہم کو ہی سب کچھ سمجھنے لگتے ہیں اور جہاد نہ کر کے اپنے ہی وطن میں بیٹھے رہتے ہیں۔ تو شیطان ان کی حوصلہ شکنی کرتا ہے اور اس کے ساتھ غداری کرتا ہے جس کا انجام کار اکثر و بیشتر ایسے لوگ دونوں مرتبوں سے محروم رہ جاتے ہیں۔ نہ تو وہ شہادت کا مرتبہ حاصل کر پاتے ہیں اور نہ ہی صدیقیت کے مرتبے تک پہنچ پاتے ہیں، شیطان انھیں دونوں خساروں میں مبتلا کر دیتا ہے۔[4]



شبہ نمبر-۹

بعض طلبہ کے جہاد میں نہ جانے کے لیے، ان کی یہ ایک عجیب و غریب بات رکاوٹ بنتی ہے کہ علماء کا مرتبہ تو شہداء کے مرتبے سے افضل ہے۔

اس شبہے کا جواب یہ ہے کہ:

۱- کیا صحابہ نے یہ دلیل پیش کر کے کہ علماء کا مرتبہ شہداء سے افضل ہے جہاد کو چھوڑ دیا تھا؟!

۲- کیا علم اور جہاد کے درمیان تضاد ہے کہ ایک ساتھ دونوں فضیلتوں (اور مرتبوں) کو حاصل نہ کیا جا سکے؟

۳- کیا کسی عالمِ ربانی کے لیے یہ زیب دیتا ہے کہ وہ خود بھی راہِ جہاد سے فرار اختیار کرے اور امت کو بھی اسلام کے مقدسات اور اہل اسلام کی حرمت کا دفاع کرنے سے روکے......؟؟ یا اس کی یہ خصوصیت ہوتی ہے کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے کے لیے سب سے پہلے نکلے اور اسلام کے مقدسات اور اہل اسلام کی عزت و حرمت کا دفاع کرے، اپنی جان و مال کو قربان کر کے دوسروں کی رہبری کرے؟

---

4 اس طرح "نہ خدا ہی ملا، نہ وصال صنم" اور مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ کے مصداق ہو جاتے ہیں-اضافہ

۴– صحابہ اور تابعین میں سے علمائے ربانیین کا تو یہ حال تھا کہ وہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے کا شوق رکھتے تھے اور مرتبہ شہادت کے حصول کے لیے بے تاب و بے قرار رہا کرتے تھے۔ جو شخص بھی تاریخ و سیر کی کتابیں دیکھے گا وہ انہیں خلفائے راشدین اور اہل علم صحابہ کرام کی جواں مردی اور ان کی قربانیوں سے بھرا ہوا پائے گا۔

۵– جو لوگ حکم الٰہی یعنی جہاد کو چھوڑ بیٹھتے ہیں، تو شیطان ان کی حوصلہ شکنی کرتا ہے اور اس کے ساتھ غداری کرتا ہے جس کی علامت یہ ہوتی ہے کہ اکثر و بیشتر ایسے لوگ دونوں مرتبوں سے محروم رہ جاتے ہیں، نہ تو وہ علمائے ربانیین کا مرتبہ حاصل کر پاتے ہیں اور نہ ہی شہادت کے مرتبے تک پہنچ پاتے ہیں، شیطان انھیں دونوں خساروں میں مبتلا کر دیتا ہے۔

۶– کیا کسی کے بس کی یہ بات ہے کہ اپنا تزکیہ کر کے کہے کہ وہ علمائے ربانیین کے مرتبے تک پہنچ گیا ہے، لہذا اسے جہاد کرنے اور شہادت کا مقام حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہے؟؟

۷– عالم ربانی کون ہے؟

امام ابن قیم رحمہ اللہ نے فرمایا: سلف کا اس بات پر اجماع ہے کہ عالم اسی وقت عالمِ ربانی کہے جانے کا مستحق بنتا ہے جب وہ حق کو جانے، اس پر عمل کرے اور اس کی تعلیم بھی دے، لہذا جو عالم ایسا کرتا ہے تو عالمِ سماوات میں اسے عظیم کہ کر پکارا جاتا ہے۔

اضاءات واشارات

بعض طلبہ جب یہ (مذکورہ بالا شبہ) مسئلہ پڑھتے ہیں تو انہیں (مجاہدین اور جہادی مصنفین کے متعلق) وہم ہوتا ہے کہ یہ، جہاد اور علم کے درمیان موازنہ کر کے ہم طالب علموں کو تعلیم چھوڑنے کی ترغیب دیتے ہیں، اور یہ بھی وہم ہوتا ہے کہ اس مسئلے میں تو علماء کا اختلاف ہے کہ آیا علم افضل ہے یا جہاد؟؟ (جس کا تقاضا یہ ہے کہ دونوں میں سے کسی بھی پہلو پر عمل کرنے کی گنجائش ہے؛ کیونکہ اختلاف کی وجہ سے مسائل میں خفت آ جاتی ہے۔ تو پھر مجاہدین جہاد کے سلسلے میں اتنی شدت کیوں اختیار کر رہے ہیں؟)''''

ازالہ وہم

۱– لیکن ہمارا یہ مقصد نہیں ہے ہمارا مقصد یہ ہے کہ مسلمان تعلیم و تعلم سے وابستگی کے ساتھ ساتھ جہاد میں شرکت کرنے سے اپنے آپ کو محروم نہ رکھیں۔

۲– کیا علمِ دین جہاد میں سستی برتنے یا جہاد چھوڑنے اور دنیا کی طرف مائل ہونے کا حکم دیتا ہے؟

۳—یا اس کے بر خلاف جہاد اور اللہ سے ملاقات کے شوق پر آمادہ کرتا ہے اور دنیا سے بے رغبتی پیدا کرتا ہے؟؟

۴—اے احادیث کے حافظو! جنھوں نے صحیحین وغیرہ سے فضلُ الجہاد کی احادیثِ رسول ﷺ کو زبانی یاد کر رکھا ہے؛ سنو......
ان احادیث پر تمھارا عمل کہاں ہے؟

یا تمھارے اندر انھیں صرف یاد کرنے کی ہمت ہے، عمل کرنے کی نہیں؟

۵—حالانکہ علماء کے قائد و مربی "حضرت رسول اللہ ﷺ بہ ذات خود جہاد کے لیے نکلتے تھے، اللہ کے دشمنوں سے قتال کیا کرتے تھے، تلوار چلاتے تھے۔ آپ ﷺ نے تو صرف تعلیم دینے اور احادیث بیان کرنے کے لیے مسجد نبوی کے اندر بیٹھے رہنے پر اکتفا نہیں کیا؟؟

۶—اور تو اور صحابہ کرام—رضی اللہ عنھم—سفرِ جہاد میں بھی چلتے ہوئے علم حاصل کرتے تھے، راستے میں رسول اللہ ﷺ سے مسائل پوچھا کرتے تھے؛ نیز بہت ساری آیات واحکامات کا نزول انھیں جہادی اسفار میں ہوا!!

۷—کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ایک عالمِ دین یا طالبِ علم میدانِ جہاد میں نکلے اور اس کے پاس علمی کتابیں ہوں، جہادی ساز وسامان ہوں اور وہ درس بھی دیتا ہو؟ اس طرح دونوں عبادتیں ادا کر سکتا ہے۔

۸—کیا جہاد اور حصولِ علم ایک دوسرے کی ضد ہیں؟ صحیح بات تو یہ ہے کہ نہ تو جہاد، مجاہد کو تعلیم و تعلم سے روکتا ہے، اور نہ ہی تعلیم و تعلم جہاد کے راستے میں آڑ بنتے ہیں۔

۹—ہمارے اسلاف نے جہاد اور حصولِ علم دونوں کو ایک ساتھ جمع کر کے بہترین مثالیں پیش کی ہیں چناں چہ حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ میدانِ جہاد میں درس دیتے تھے اور احادیث کی تعلیم دیتے تھے۔

۱۰—علمِ دین کے لیے کوشاں رہنے والو! جان لو... بہت زیادہ رٹّا مارنے، کتابیں اکٹھا کرنے، مسائل یاد کرنے اور بہت زیادہ اوراق سیاہ کرنے سے برکتِ علم حاصل نہیں ہوتی، برکت تو علم پر عمل کرنے سے حاصل ہوتی ہے، عمل ہی کے ذریعے اللہ کے نزدیک بندے کا درجہ بلند ہوتا ہے۔

• حضرت عبد اللہ بن مسعود—رضي الله عنه—نے اللہ کے فرمان ﴿يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ﴾ (المجادله 11)

ترجمہ: تم میں سے جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جن کو علم عطا کیا گیا ہے اللہ ان کو درجوں میں بلند کرے گا۔

کے متعلق ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی نے اس آیت میں علماء کی تعریف کی ہے، اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی ایمان لانے والے جہلاء کے مقابلے میں اہلِ علم کا درجہ بلند کرے گا اور یہ فضیلت اس وقت حاصل ہو گی جب وہ اللہ کے احکام پر عمل کریں۔

شبہ نمبر-۱۰

بعض طلبہ کو شیطان اس طرح بہکاتا ہے کہ ان سے کہتا ہے: جہاد کے لیے ابھی مت نکلو، جب تمھارا علم پختہ ہو جائے گا تب نکلنا۔

اس شبہے کا جواب یہ ہے کہ:

۱- کیا صحابہ کرام -رضي الله عنهم- نے محض یہ سوچ کر جہاد چھوڑ دیا تھا یا مؤخر کر دیا تھا کہ ان کے علم کی تکمیل نہیں ہوئی یا انھوں نے علم کا بڑا حصہ ابھی تک حاصل نہیں کیا؟

۲- کیا تمھیں معلوم نہیں ؟؟؟ کہ جہاد کو جتنا مؤخر کرتے جاؤگے اور تمھاری عمر جتنی بڑھتی جائے گی، اتنا ہی تمھارے جنگی وجہادی حوصلے پست ہوتے جائیں گے، جسم بھاری بھر کم ہو جائے گا، تعلقات بڑھ جائیں گے، ذمے داریوں کا بوجھ وسیع ہوتا چلا جائے گا، شوقِ زندگی اور درازیِ حیات کی تمناؤں میں اضافہ ہوتا رہے گا اور جہاد کرنا بھاری معلوم ہونے لگے گا، لہذا ہوش میں آؤ اور خوابِ غفلت سے بیدار ہو جاؤ......!

۳- کیا آپ کو معلوم بھی ہے کہ کبھی کبھی اللہ تعالی توفیق عمل چھین بھی لیتا ہے، خدانہ خواستہ اگر ایسا ہو جائے پھر تمھارے دل میں جہاد کرنے کی تمنا پیدا ہو تب بھی تمھیں، جہاد کو مؤخر کرنے اور اس میں سستی برتنے کی وجہ سے اس کی توفیق نہ مل سکے گی، ارشادِ باری تعالی ہے﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ﴾ (الأنفال24)

ترجمہ: اور یہ بات جان رکھو کہ اللہ انسان اور اس کے دل کے درمیان آڑ بن جاتا ہے۔)

علامہ سعدی -رحمہ اللہ- فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا حکم تمہارے پاس پہلی مرتبہ پہنچے تو ٹھکرانے سے بچو...... ایسا نہ ہو کہ بعد میں جب اس پر عمل کرنے کا ارادہ کرے تو اس کی توفیق چھن جائے اور دل کا ارادہ بدل جائے؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ انسان اور اس کے دل کے درمیان آڑ بن جاتا ہے، اللہ تعالیٰ پھر جیسے چاہتا ہے اور جس طرف چاہتا ہے دل کو پھیر دیتا ہے، اسی لیے کثرت سے یہ دعا

پڑھتے رہنا چاہیے: يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوب ، ثَبِّتْ قَلْبِي عَلٰى دِيْنِك ، يا مُصَرِّفَ القُلُوب ، اِصْرِفْ قَلْبِي إِلىٰ طَاعَتِك.[5]

ترجمہ: اے دلوں کے پلٹنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ اور اے دلوں کے پھیرنے والے! میرے دل کو اپنی فرماں برداری کی طرف پھیر دے۔

آگے بڑھیے...... جلدی کیجیے...... تاخیر مت کیجیے......

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو پیچھے رہتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: «تَقَدَّمُوا فَأْتَمُّوا بِي، وَلْيَأْتَمَّ بِكُمْ مَنْ بَعْدَكُمْ. لا يَزالُ قَوْمٌ يَتَأَخَّرُونَ حتّى يُؤَخِّرَهُمُ اللّٰهُ.» (صحيح مسلم 437)

ترجمہ: آگے بڑھو... میری پیروی کرو... اور تمھارے بعد والے تمھاری پیروی کریں۔ کچھ لوگ ہمیشہ پیچھے رہا کریں گے یہاں تک کہ اللہ تعالی بھی انھیں پیچھے ڈال دیں گے۔

شیخ محمد بن صالح عثیمین—رحمۃ اللہ علیہ—(۱۳۴۷ھ—۱۴۲۱ھ) نے فرمایا: اسی وجہ سے انسان کو خیر کے کاموں میں جلدی کرنی چاہیے، جب بھی خیر کا دروازہ کھلے تو دوڑ کر آگے بڑھے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے ﴿فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ﴾ (البقرة 148) ترجمہ: لہذا تم نیک کاموں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔ نیز انسان کے سامنے اولاً جب خیر کا دروازہ کھلے پھر وہ اس خیر کے کام کو انجام نہ دے تو ممکن ہے اللہ تعالی اسے پیچھے ڈال دے۔ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: «لا يَزالُ قَوْمٌ يَتَأَخَّرُونَ حتّى يُؤَخِّرَهُمُ اللّٰهُ.» (صحيح مسلم 437) ترجمہ: کچھ لوگ ہمیشہ پیچھے رہا کریں گے یہاں تک کہ اللہ تعالی بھی انھیں پیچھے ڈال دیں گے۔

لہذا اہم بات یہ ہے کہ عقلمند اور دور اندیش مومن کو خیر کے راستوں کو غنیمت سمجھنا چاہیے اور خیر کے دروازوں سے (کچھ نہ کچھ) حاصل کرنے کا خوب حریص ہونا چاہیے، تاکہ ان لوگوں میں شامل ہو جائے جو خیر کے کاموں میں سبقت کرتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

---

[5] تيسير الكريم الرحمٰن في تفسير كلام المنان للعلامة الشيخ عبدالرحمٰن بن ناصر السعدي ص: ۳۶۲ الجزو التاسع تفسير سورة الأنفال : 24) اور مسلم شریف کی روایت ۲۶۵۴ میں ہے " اللَّهُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوبِ، صَرِّفْ قُلُوبَنَا عَلَى طَاعَتِكَ ". صحيح مسلم | كِتَابٌ : الْقَدَرُ | بَابٌ : تَصْرِيفُ اللّٰهِ تَعَالَى الْقُلُوبَ كَيْفَ شَاءَ

شبہ نمبر-۱۱

جہاد سے ایک عجیب وغریب رکاوٹ یہ ہے کہ بعض لوگ جب کسی کو جہاد کے لیے رختِ سفر باندھتے ہوئے دیکھتے ہیں تو (اپنے ترکِ جہاد والے موقف کو ثابت کرتے ہوئے بطورِ طعنہ) اُسے یہ حدیث سناتے ہیں «مَن سَأَلَ اللهَ الشَّهادَةَ بِصِدْقٍ، بَلَّغَهُ اللهُ مَنازِلَ الشُّهَداءِ، وإنْ ماتَ على فِراشِهِ.» (صحیح مسلم 1909)

ترجمہ: ترجمہ: نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص صدق دل سے اللہ تعالیٰ سے شہادت کا سوال کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو شہداء کے مراتب تک پہنچادیتے ہیں، چاہے اس کی موت بستر پر ہی کیوں نہ آئی ہو۔

یعنی جب بستر پر ہی شہادت کی فضیلت حاصل یو جارہے تو تم میدانِ جہاد میں کیوں جارہے ہو-ہماری طرح گھر بیٹھے رہو۔

اس شبہے کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی تشریح میں غور کیجیے...

• ابن قیم رحمہ اللہ نے فرمایا: اگر آپ اس مسئلے کو سمجھنا چاہتے ہیں تو آپ، نبی ﷺ کے مذکورہ فرمان میں غور کیجیے... نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص صدقِ دل سے اللہ تعالی سے شہادت کا سوال کرتا ہے اللہ تعالی اس کو شہداء کے مراتب تک پہنچادیتے ہیں، چاہے اس کی موت بستر پر ہی کیوں نہ آئی ہو۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اللہ کے راستے میں شہید ہونے والے کو جو شہادت کا ثواب ملتا ہے اس ثواب کی کیفیت اور صفت اس کے مقابلے میں زیادہ ہوتی ہے جس نے محض شہادت کی نیت کی ہو اور اس کی موت، بستر پر آئی ہو، لیکن اگر وہ شہید ہو جائے تو اسے دو اجر ملتے ہیں، (1) ثواب (2) قربت۔ یہ دونوں (شہید ہونے والا اور شہادت کی نیت کر کے بستر پر مرنے والا) اصلِ اجر میں اگرچہ برابر ہو سکتے ہیں؛ لیکن وہ اعمال جنہیں شہید نے انجام دیے ہیں مزید اثر اور مخصوص قربت کے متقاضی ہیں، یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔

شہادت کی طلبِ صادق کی پہچان:

واضح رہے کہ شہادت کی کوشش کرنا، شہادت کا حریص ہونا اور شہادت کے مواقع خوب تلاش کرنا، شہادت کی سچی طلب کے لوازمات میں سے ہے، جیسے کوئی رشتہ تلاش کرنے والا اپنی وسعت کے مطابق رشتہ تلاش کرنے کی کوشش کرتا ہے، اللہ تعالیٰ دلوں کی باتیں جانتا ہے کہ کون صدق دل سے شہادت کا طالب ہے اور کون یوں ہی محض دعوے کر رہا ہے۔

• صدق دل سے شوقِ شہادت کی ایک حقیقی مثال:

امام ابن کثیر —رحمۃ اللہ علیہ— نے میجر، کرنل، اسلامی سرحدوں کے محافظ اور اللہ کی تلوار —جو ہر وقت دشمنِ خدا پر، سونتی ہوئی ہو— ابو سلیمان حضرت خالد بن ولید —رضي اللہ عنہ— کے متعلق فرمایا کہ حضرت نے وفات سے پہلے فرمایا:

میں نے فلاں فلاں معرکے میں شرکت کی، میرے جسم کا کوئی حصہ خالی نہیں ہے جس میں تیر، نیزہ یا تلوار نہ لگی ہو...... افسوس... میری موت گدھوں کی طرح بستر پر آ رہی ہے، خدا کرے کہ بزدلوں کو نیند ہی نہ آئے یعنی حضرت خالد بن ولید رضي اللہ عنہ کو میدانِ جنگ میں شہید نہ ہونے کا بے حد صدمہ ہے، انہیں اس بات پر افسوس ہو رہا ہے اور وہ اس پر بہت رنجیدہ بھی ہیں کہ ان کی روح بستر پر قبض ہو رہی ہے۔

ایک پریشان کن سوال

میرے محترم بھائی! جو شخص آپ کو جہاد سے روکنا چاہے آپ اس سے سوال کریں کہ اگر صلیبی قید خانوں میں آپ کی عزت سے کھلواڑ کیا جارہا ہو تو کیا آپ مجھے جہاد کے راستے سے روکیں گے؟ یا اگر کوئی آپ کے شہر پر حملہ کر دے تو کیا آپ مجھے جہاد کے راستے سے روکیں گے؟

☆☆☆☆☆

شبہ نمبر-۱۲

جہاد کرنے سے ایک عجیب وغریب رکاوٹ یہ ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ دوسرے ملک والوں کے ساتھ مل کر جہاد مت کرو اُس ملک والوں کی اپنی ذمے داری ہے، ہماری اس سے کوئی غرض نہیں۔

اس شبہے کا جواب یہ ہے کہ:

ا: ہم کہیں گے تمھارے اور اللہ تعالی کے اس فرمان ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ﴾ (الحجرات 10) ترجمہ: تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں کے درمیان کیا نسبت ہے؟

۲: علامہ سعدی فرماتے ہیں: تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں تاکہ حق بات میں ایک دوسرے کی مدد کریں، ایک دوسرے کا تعاون کریں اور باہمی الفت ومحبت رکھیں اور قطع تعلق نہ کریں۔

۳: تمھارے قول اور نبی ﷺ کے فرمان کے درمیان کیا جوڑ ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا: «الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يَخْذُلُهُ وَلَا يَحْقِرُهُ» (صحیح مسلم 2564)

ترجمہ: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، وہ نہ اس پر ظلم کرتا ہے، نہ اس کو بے یار مددگار چھوڑتا ہے اور نہ اسے حقیر سمجھتا ہے۔

علماء فرماتے ہیں کہ ذلیل کرنے کا مطلب ہے اعانت اور مدد نہ کرنا، یعنی جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے ظالم کے ظلم کو ختم کرنے اور اس جیسے دیگر امور میں مدد طلب کرے، اگر دوسرے مسلمان کے لیے ممکن ہو اور کوئی شرعی عذر نہ ہو تو مدد کرنا لازم ہے۔

۴: شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا: جب دشمن اسلامی ملک میں گھس جائے تو اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ہر مسلمان پر جلد از جلد اس حملے کو روکنا لازم ہے، اس لیے کہ تمام اسلامی ممالک، ایک ملک کی طرح ہیں۔ نیز اس دفاع میں والد اور قرض خواہ سے اجازت لینے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

۵:- دیگر اسلامی ملکوں سے لاتعلقی کا نعرہ ایک ایسا بدبودار قومی نعرہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی اور دعوی بلادلیل ہے یہ نعرہ ان کفار نے ہمارے دل و دماغ تک پہنچایا ہے جو مسلمانوں کی اجتماعیت کو بکھیرنا چاہتے ہیں، یہ نعرہ ہماری اسلامی تعلیم کے منافی ہے اور دینی اخوت کا رشتہ منقطع کرتا ہے۔ اس نعرے کو اگر تسلیم کر لیا جائے تو ایک مسلمان صرف ان ہی مسلمانوں کے لیے فکر مند ہو گا جو اس کے ملک میں رہتے ہیں، باقی دیگر مسلمانوں سے وہ قطعِ تعلق کر لے گا...... اور ایسی باتیں کوئی ایسا شخص نہیں کہہ سکتا جو اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو۔

سرد دل مت بنو

بعض اہلِ علم پر افسوس ہوتا ہے کہ وہ کتابوں کی تصنیف و تالیف، منظومات کی تشریح و توضیح اور حفظِ متون کے علاوہ کچھ سوچتے ہی نہیں، مسلمانوں کی صورتِ حال سے انہیں کوئی دلچسپی نہیں ہے، مسلمانوں کے دلوں کے درد، مسلم قیدیوں، ان کی عزت و آبرو، ان کو جلاوطن کیے جانے اور سرِ عام قتل کیے جانے سے ان کو کوئی سروکار نہیں ہے، مسلمانوں کو ان پریشانیوں سے نجات دلانا اور ان کی مدد و نصرت کرنا تو دور کی بات...... اس سلسلے میں وہ غور و فکر تک نہیں کرتے، نہ انہیں اس سے کوئی غرض ہے اور نہ ہی ان کو اس سے

کوئی تکلیف پہنچتی ہے؛ بلکہ اگر آپ ان کا دل ودماغ ٹٹول کر دیکھیں تو ان کے اندر مسلمانوں کی عزت وآبرو اور مقدس اسلامی مقامات کی صیانت وحفاظت کے لیے اپنی جان ومال قربان کرنے کا کوئی عزم وحوصلہ نہیں ملے گا۔ لا حول ولا قوۃ إلا باللہ۔

• شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے فرمایا:

۱- کفار سے جہاد کرنا اور مسلم ممالک اور مسلمان قیدیوں کو کفار کے چنگل سے آزاد کرانا واجب ہے۔

۲- مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ کفار کے خلاف متحد ہو جائیں۔

۳- نیز اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت اور اس کی راہ میں جہاد کے لیے جمع ہو کر جہاد کرنا بھی (لازم ہے)۔

۴- اِسی طرح حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے قبل حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''کہیں ایسا نہ ہو کہ میری وفات کا غم تمہیں کفار کے ساتھ جہاد کرنے سے غافل کر دے'' (یہ بات ایسے زمانے میں فرما رہے ہیں) جب کہ مسلمان خود کفار پر حملے میں پہل کر رہے تھے، ایسا نہیں تھا کہ کفار مسلمانوں پر حملہ کر رہے ہوں۔ (جیسا کہ آج ہو رہا ہے)۔

۵- نبی ﷺ اپنے مرض الموت میں فرما رہے تھے: « نفّذوا جيش أسامة، نفّذوا جيش أسامة » ترجمہ: لشکرِ اسامہ کو روانہ کر دو...... لشکرِ اسامہ کو روانہ کر دو...

مرض الموت کی سخت پریشانی بھی آپ ﷺ کو دشمن کے ساتھ جہاد کرنے کی فکر سے غافل نہ کر سکی۔ اسی طرح حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی فرمایا تھا (اپنے مرض الموت)

۶- مسلمانوں پر ہر سال کم از کم ایک مرتبہ دشمن سے جہاد کرنا واجب ہے، اگر مسلمانوں نے ایک سال سے زائد جہاد چھوڑے رکھا تو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی اور سزا کے مستحق ہوں گے؛ نیز اگر انہوں نے جہاد کو چھوڑے رکھا حتی کہ دشمن نے ارضِ اسلام کو روند ڈالا تب بھی سزا کے مستحق ہوں گے". الخ

کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ علم، فقہ، حفظِ متون اور عبادت کے جس مقام پر بھی پہنچ جائیں، اگر آپ کو مسلمانوں کے احوال سے دلچسپی نہیں ہے، ان کے غم سے آپ کو غم نہیں ہوتا اور ان کی خوشی سے آپ کو خوشی نہیں ہوتی تو آپ شریعت کی نگاہ میں ناقص الایمان ہیں، آپ کا ایمان حقیقت اور کمال تک نہیں پہنچا ہے۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ خادمِ رسول، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: «لا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ، حتّى يُحِبَّ لأَخِيهِ ما يُحِبُّ لِنَفْسِهِ» (صحيح البخاري 13)

ترجمہ: تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے فرمایا: اس حدیث میں اس بات کی نصیحت ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے وہی چیز پسند کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو، اس طرح کہ جس چیز سے ان کو خوشی ہو تمھیں بھی ان باتوں سے خوشی ہو اور جس چیز سے ان کو غم ہو تمھیں بھی ان باتوں سے غم ہو... اور ان کے ساتھ ایسا معاملہ کرو جیسا تم اپنے لیے معاملہ کیے جانے کی خواہش رکھتے ہو... اس باب میں بہت تفصیل ہے۔

خیر......اس حدیث میں نبی ﷺ نے اس شخص کے ایمان کی نفی فرمائی ہے جو اپنے مسلمان بھائی کے لیے وہی چیز پسند نہ کرتا ہو جو اپنے لیے پسند کرتا ہو۔ علماء فرماتے ہیں: یہاں نفی سے مراد نفیِ کمال ہے یعنی تمھارا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتا جب تک کہ تم اپنے مسلمان بھائی کے لیے وہی چیز پسند نہ کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو، کلی طور پر ایمان کی نفی مراد نہیں ہے۔[6]

ہم پر ضروری ہے کہ امت کی مشکلات میں برابر کے شریک رہیں، اگر دل میں ایسا احساس نہیں پایا جاتا ہے تو یہ دل کے مریض ہونے اور ایمان کے کمزور ہونے کی علامت ہے، اس دعوے پر اس اثر: «من لم يهتم بأمر المسلمين فليس منهم»[7]

ترجمہ: جو شخص مسلمانوں کے امور سے دلچسپی نہ رکھے وہ ہم میں سے نہیں۔

---

6 وأما قوله: "النصح لكل مسلم .....

وكيفية النصح لكل مسلم هي ما ذكره في حديث أنس رضي الله عنه: "لا يؤمن أحدكم حتى يحب لأخيه ما يحب لنفسه" هذه هي النصيحة أن تحب لإخوانك ما تحب لنفسك، بحيث يسرك ما يسرهم، ويسوءك ما يسوؤهم، وتعاملهم بما تحب أن يعاملوك به، وهذا الباب واسع كبير جداً.

فنفى النبي عليه الصلاة والسلام الإيمان عمن لم يحب لأخيه ما يحب لنفسه في كل شيء، ونفي الإيمان قال العلماء: المراد به نفي الإيمان الكامل، يعني لا يكمل إيمانك حتى تحب لأخيك ما تحب لنفسك، وليس المراد انتفاء الإيمان بالكلية. "(22 باب النصيحة: شرح رياض الصالحين المجلد الثاني للشيخ محمد بن صالح العثيمين)

7 هذا الحديث جاء مرويا عن جماعة من الصحابة رضوان الله عليهم، ولكن الطرق إليهم كلها منكرة شديدة الضعف

والحاصل أن طرق الحديث جميعها ضعيفة شديدة الضعف، لا تتقوى بتعددها، فلا يجوز نسبة الحديث إلى النبي صلى الله عليه وسلم، وقد ضعف الحديث من جميع طرقه الشيخ الألباني في "السلسلة الضعيفة" (رقم/312309)

ولكن يغني عنه جميع الشواهد من الكتاب والسنة التي تدعو المؤمنين إلى التحابب والتراحم، ومراعاة الأخوة الإيمانية فيما بينهم، ومنها قوله سبحانه وتعالى: (إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ) الحجرات/10، وقوله صلى الله عليه وسلم: (مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى) رواه البخاري (6011)

ومسلم (2586)

والله أعلم.

مستفاد من "الإسلام السوال والجواب۔ المشرف الشيخ محمد صالح المنجد"

(کے ذریعے، مذکورہ دعوے کی کیا خوب ترجمانی ہو رہی ہے۔)

قرآن کی روشنی میں منافقین کی صفات

۱: پیچھے رہنے والی عورتوں کے ساتھ رہنے پر رضامندی:

•اللہ تعالی نے فرمایا﴿رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ﴾(التوبه 87)

ترجمہ: یہ اس بات سے خوش ہیں کہ پیچھے رہنے والی عورتوں میں شامل ہو جائیں، اوران کے دلوں پر مہر لگادی گئی ہے، چناں چہ وہ نہیں سمجھتے (کہ وہ کیا کر رہے ہیں)۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا:[8] جہاد پر قدرت وو سعت کے باوجود جہاد سے پیچھے رہنے والوں اور بزدلی کی وجہ سے پیچھے ہٹنے والوں کی مذمت اور نکیر کرتے ہوئے اللہ تعالی فرما رہے ہیں۔انہوں نے گھر بیٹھے رہنے کے سلسلے میں نبی ﷺ سے اجازت لیتے ہوئے کہا"

وَقَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ ۝﴾(التوبۃ:86)

ترجمہ :اور کہتے ہیں کہ ہمیں تو رہنے ہی دیجیئے کہ جو لوگ گھروں میں رہیں گے ہم بھی ان کے ساتھ رہیں۔

یہ لوگ اپنے لیے ذلت اور بستی میں عورتوں۔اور وہ لشکر کے نکل جانے کے بعد پیچھے رہنے والی عورتیں ہیں۔کے ساتھ پیچھے رہنے پر خوش ہیں۔جب جنگ کا وقت آتا ہے تو بزدل بن جاتے ہیں اور امن کا وقت ہوتا ہے توان کی زبانیں سب سے زیادہ چلتی ہیں، جیسا کہ ایک دوسری آیت میں اللہ تعالی نے ان کے بارے میں فرمایا:

: فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ.... ﴾ (الأحزاب : 19)

ترجمہ: چنانچہ جب خطرے کا موقع آجاتا ہے تو وہ تمھاری طرف چکرائی ہوئی آنکھوں سے اس طرح دیکھتے ہیں جیسے کسی پر موت کی غشی طاری ہو رہی ہو۔ پھر جب خطرہ دور ہو جاتا ہے تو تمھارے سامنے مال کی حرص میں تیز تیز زبانیں چلاتے ہیں۔

یعنی امن کے دنوں میں ان کی زبانیں خوب تیز ہو جاتی ہیں اور لڑائی کے دنوں میں ڈرپوک بن جاتے ہیں۔

شاعر کہتا ہے:

[8] (1) تفسیر ابن کثیر ج/ 7 ص/ 262 مکتبة أولاد الشيخ للتراث.

أفي السّلم أعيارًا جفاءً وَغِلْظَةً　　وَفي الحَرْب أشباهُ النّسَاءِ العَوارِكِ [9]

ترجمہ: کیا امن کے دنوں میں موٹے تگڑے گدھے بنے رہتے ہو؟ اور لڑائی کے دنوں میں حائضہ عورت بن جاتے ہو؟

....اللہ تعالی کے اس فرمان ﴿وَطُبِعَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ جہاد سے پیچھے رہنے اور اللہ کے راستے میں رسول اللہ ﷺ کا ساتھ نہ دینے کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی ہے، چناں چہ اب ان کو سمجھ میں ہی نہیں آرہا ہے کہ کس چیز میں فائدہ ہے کہ اس کو کر گزریں اور کس چیز میں نقصان ہے کہ اسے چھوڑ دیں۔

۲: صرف خبریں سننا

اللہ تعالی نے فرمایا ﴿يَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوْا ۚ وَاِنْ يَّاْتِ الْاَحْزَابُ يَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِي الْاَعْرَابِ يَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَآئِكُمْ ۭ وَلَوْ كَانُوْا فِيْكُمْ مَّا قٰتَلُوْٓا اِلَّا قَلِيْلًا﴾ (الأحزاب 20)

ترجمہ: وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ (دشمنوں کے) لشکر ابھی گئے نہیں ہیں۔ اور اگر وہ لشکر (دوبارہ) آجائیں تو ان کی خواہش یہ ہوگی کہ وہ دیہات میں جا کر رہیں (اور وہیں بیٹھے ہوئے) تمہاری خبریں معلوم کرتے رہیں۔ اور اگر تمہارے درمیان رہیں بھی تو لڑائی میں تھوڑا ہی حصہ لیں گے۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا: منافقین کے اندر خوف اور بزدلی کی ایک قبیح صفت یہ بھی ہے کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ دشمنوں کے لشکر ابھی گئے نہیں ہیں، بلکہ قریب میں موجود ہیں واپس بھی آسکتے ہیں، اگر وہ لشکر لوٹ کر آجائے تو ان کی یہ خواہش ہوگی کہ وہ آپ کے شہر میں موجود نہ رہیں بلکہ دیہات میں جا کر رہیں، وہاں سے تمہاری اور دشمنوں کے ساتھ لڑائی کی خبریں معلوم کرتے رہیں (وَلَوْ كَانُوْا فِيْكُمْ مَّا قٰتَلُوْٓا اِلَّا قَلِيْلًا) یعنی وہ اگر تمہارے درمیان موجود بھی ہوں تو بزدلی اور ضعفِ ایمان کی وجہ سے تمہارے ساتھ مل کر جنگ نہیں کریں گے سوائے چند لوگوں کے۔[10]

---

[9] (2) سیرت ابن ہشام ج 1 ص: 656 بحوالہ تفسیر ابن کثیر ج / 7 ص / 262)

[10] تفسیر ابن کثیر ج 11 ص: 133 تفسیر سورہ احزاب۔ مکتبۃ أولاد الشیخ للتراث۔

۳: منافقین کے اٹھنے کو اللہ تعالیٰ کا ناپسند کرنا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً وَّلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ. لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّلَاَاوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ ۚ وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ﴾ (التوبہ 46، 47)

ترجمہ:

اگر ان کا ارادہ نکلنے کا ہوتا تو اس کے لیے انہوں نے کچھ نہ کچھ تیاری کی ہوتی۔ لیکن اللہ نے ان کا اٹھنا پسند ہی نہیں کیا، اس لیے انہیں سست پڑا رہنے دیا، اور کہہ دیا گیا کہ جو (اپاہج ہونے کی وجہ سے) بیٹھے ہیں، ان کے ساتھ تم بھی بیٹھ رہو۔ اگر یہ لوگ تمہارے ساتھ نکل کھڑے ہوتے تو سوائے فساد پھیلانے کے تمہارے درمیان کوئی اور اضافہ نہ کرتے، اور تمہارے لیے فتنہ پیدا کرنے کی کوشش میں تمہاری صفوں کے درمیان دوڑے دوڑے پھرتے۔ اور خود تمہارے درمیان ایسے لوگ موجود ہیں جو ان کے مطلب کی باتیں خوب سنتے ہیں۔ اور اللہ ان ظالموں کو اچھی طرح جانتا ہے۔

علامہ رحمہ اللہ سعدی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ واضح طور پر بیان فرما رہے ہیں کہ پیچھے رہنے والے منافقین کے اندر ایسے قرائن ظاہر ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ انہوں نے سرے سے جہاد کے لیے نکلنے کا ارادہ ہی نہیں کیا تھا اور یہ جو اعذار پیش کر رہے وہ باطل ہیں؛ کیوں کہ عذر اس مانع کو کہتے ہیں کہ بندہ اپنی وسعت کے بقدر نکلنے کی کوشش کرے اور اس کے لیے اپنی پوری طاقت جھونک دے پھر کوئی شرعی مانع پیش آجائے تو اسے عذر کہتے ہیں۔

رہے یہ منافقین... اگر انہوں نے نکلنے کا ارادہ کیا ہوتا تو ضرور کچھ نہ کچھ تیاری کی ہوتی اور جہاں تک ممکن ہو اسباب اختیار کیے ہوتے؛ لیکن چونکہ انہوں نے کسی قسم کی کوئی تیاری ہی نہیں کی ہے، تو پتا چلا کہ انہوں نے نکلنے کا ارادہ ہی نہیں کیا ہے، بلکہ معاملہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاد کی خاطر ان کے نکلنے کو پسند ہی نہیں کیا ہے، تو سست پڑے رہنا ان کی تقدیر میں لکھ دیا، اگرچہ ان کو جہاد کا حکم دیا ہے، نکلنے پر ابھارا بھی ہے اور جہاد کی قدرت بھی عطا فرمائی ہے، لیکن اپنی حکمت سے یہ بات پسند نہیں کی کہ وہ مدد کریں؛ بلکہ ان کو سست پڑے رہنے دیا اور ان سے کہا گیا کہ عورتوں اور معذوروں کے ساتھ بیٹھے رہو۔

لہذا اپنے آپ کو اس بات سے خوب بچائیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے اٹھنے کو ناپسند کرے، آپ کا علم، تقوی، حفظ، عبادت، آسمان تک پہنچی ہوئی شہرت اور لوگوں کے درمیان عزت واحترام آپ کو دھوکے میں نہ ڈال دے، اپنا محاسبہ کیجیے اگر آپ کو اپنے دل میں جہاد کے لیے نکلنے سے کنارہ کشی اور گرانی محسوس ہو تو اپنے آپ کو نفاق میں ملوث سمجھیے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا: جہاد سے اعراض کرنا منافقین کی صفات میں سے ہے، نبی ﷺ نے فرمایا«مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَغْزُ وَلَمْ يُحَدِّثْ بِهِ نَفْسَهُ مَاتَ عَلَى شُعْبَةٍ مِنْ نِفَاقٍ» (مسلم 4931)

ترجمہ: جس کی موت واقع ہوگئی اور اس نے نہ جہاد کیا اور نہ اس کے دل میں جہاد کی تمنا ہوئی تو وہ نفاق کے شعبہ پر مرا۔

اللہ تعالیٰ نے سورۂ براءت نازل فرمائی، اس سورت کو "الفاضحۃ" یعنی رسوا کرنے والی کہا جاتا ہے، اس لیے کہ یہ منافقین کو رسوا کر دیتی ہے۔ شیخین رحمہا اللہ نے بخاری و مسلم میں عبداللہ بن عباس رضي اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، ابن عباس رضي اللہ عنہما نے فرمایا: هِيَ الْفَاضِحَةُ مَا زَالَتْ تَنْزِلُ وَمِنْهُمْ وَمِنْهُمْ حَتَّى ظَنُّوا أَنَّهَا لَنْ تُبْقِيَ أَحَدًا مِنْهُمْ إِلَّا ذُكِرَ فِيهَا. (بخاری 4882، مسلم 7558)

ترجمہ: سورۂ توبہ فضیحت کرنے والی سورت ہے، اس سورت میں برابر یہی اترتا رہا: کہ بعض لوگ ایسے ہیں... اور بعض لوگ ایسے ہیں... یہاں تک کہ لوگوں کو گمان ہوا کہ یہ سورت کسی کا کچھ بھی نہیں چھوڑے گی سب کے بھید کھول دے گی۔

مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں سورۂ توبہ "سورۃ البحوث" ہے، یعنی چھان پھٹک کرنے والی سورت ہے، اس لیے کہ منافقین کے بھیدوں کو چھان پھٹک کر واضح کر دیتی ہے۔

حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں: اس سورت کا نام "المثیرۃ" بھی ہے، یعنی یہ سورت مشتعل کر دینے والی ہے، اس لیے کہ منافقین کو رسوا کر کے مشتعل کر دیتی ہے۔

تجویز محاسبہ

آپ کے سامنے میری ایک تجویز ہے کہ آپ اپنے نفس کے لیے ایک کورس کریں، جس میں تفسیر ابنِ کثیر اور تفسیرِ سعدی سے سورۂ انفال اور سورۂ توبہ میں غور کریں، پھر منافقین کی صفات کے متعلق اچھے سے غور کریں اور اپنی صفات کے ساتھ منافقین کی صفات کا موازنہ کریں...

یہ نفس کے محاسبے کی بات ہے۔

جذبات پر کنٹرول

بعض اہلِ علم ان لوگوں کے لیے جو جہاد کے لیے نکلنے کا ارادہ کرتے ہیں یہ جملے بار بار دہراتے ہیں:

''جذبات میں نہ آؤ''''ناعاقبت اندیش مت بنو''حماقت اور بیوقوفی نہ کرو۔

اور ان جیسے کلمات بھنبھناتے اور بڑبڑاتے ہیں، ان جملوں کے پیچھے ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جہاد کا ارادہ رکھنے والے لوگ سست پڑ جائیں اور ان کے حوصلے پست ہو جائیں؛ لیکن جو شخص جہاد سے محبت رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا شوق رکھتا ہے اور اسلامی مقدسات کا دفاع کرنے کی خواہش رکھتا ہے، وہ تو تیز رفتار شخص ہوتا ہے، وہ ایسا پھرتیلا اور جوشیلا مردِ جواں ہوتا ہے، جو سنجیدگی سے نہیں سوچ سکتا، وہ اپنی جان سے لاپرواہ ہوتا ہے اس کے اندر جوش و جذبے کا ایک طوفان ہوتا ہے۔

کیا جذبہ صرف محبت اور بغض کو کہتے ہیں؟

اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا اور اس کے لیے اپنی جان تک قربان کر دینا یہ تو محبت کا سب سے اعلیٰ مقام ہے۔

اللہ کے واسطے جان قربان کرنے کے لیے سبقت کرنے، رضائے الٰہی کے حصول اور حکمِ خداوندی کے نفاذ سے پیچھے نہ ہٹنے، تردد کا شکار نہ ہونے اور تاخیر نہ کرنے کا نام "جذبات" اور "سر پھرا پن" رکھا گیا ہے......؟؟؟

آپ جو چاہیں نام رکھ لیں، آپ کا یہ نام رکھنا، اس بات کی دلیل اور ثبوت ہے کہ آپ کا دل اسلام کے شعائر اور مقدس مقامات کی عظمت اور حرمت و تقدس—جو کہ دلوں کے تقویٰ کا نام ہے—سے خالی ہے۔

اور یہ بڑبڑاہٹ، بھنبھناہٹ اور گنگناہٹ وحی شیطانی ہیں... جو شیطان اپنے کارندوں کو دھوکہ دینے کے لیے چکنی چپڑی باتوں کے ذریعے کرتا ہے؛ نیز ان جملوں کے علاوہ بھی جو اس قسم کے دیگر بے اصل و بے بنیاد جملے ہیں۔ وہ بھی شیطان کے وسوسے سے پیدا ہوتے ہیں۔

• اگر کوئی شخص ان، جملہ بازوں اور سنجیدہ ذہنیت والوں کا اور ان کی عزت و آبرو کا دفاع کرنا چاہے تو ان کے لیے ایسے جملے نہیں بولے جاتے جن کی تہ میں سست بنانے اور حوصلہ پست کرنے کا سامان پوشیدہ ہو۔ دونوں کے درمیان یہ فرق کیوں ہے؟؟؟

• وہ شخص جو سرکاری فوج کے ساتھ مل کر جنگ کرے، اس حکومت کی فوج کے ساتھ جس کی بنیاد، ذاتی فوائد اور حکومتی بالادستی کے دفاع کے لیے رکھی گئی ہو، نہ کہ دین وشریعت کے نفاذ وقیام، مقبوضہ اسلامی مقدسات ومقامات کے دفاع اور دنیا میں استحکامِ خلافت کے واسطے، ایسے شخص کے بارے میں ہم نے کسی کو بھی یہ جملے کہتے نہیں سنا کہ ''جذبات پر قابو رکھو''۔ ''ناعاقبت اندیش مت بنو''۔

تو اس شخص کے لیے ایسے جملے کیوں بولے جاتے ہیں جو جہاد کے لیے نکلنا چاہتا ہے؟؟؟

ناراضگی اور بے چینی کیوں؟؟

قرآن پاک کی توہین کی گئی، رسول اللہ ﷺ کا مذاق بنایا گیا، عزتوں کو تار تار کیا گیا اور اسلامی مقدسات کو روند ڈالا گیا...... تمام امت پر فرضیتِ جہاد اور جہاد چھوڑنے پر گناہ کے ارتکاب کا فتوی بھی نکل گیا تو بعض اہلِ علم کو غصہ آرہا ہے، وہ اس فتوی جہاد کی تردید میں محاضرے کر رہے ہیں۔

• ساری چڑ اور پیٹ میں مروڑ اسی فتوے سے کیوں ہے؟ اسی فتوے سے ہی کیوں رگیں دکھتی ہیں، ایسا لگتا ہے وہ فتوی نہیں بلکہ بعض لوگوں کے لیے سب سے بڑی مصیبت ہے۔

• کیا یہ محاضرہ، جہاد چھوڑ کر گھر بیٹھنے کی وجہِ جواز پیدا کرنے کے لیے ہے یا امت کے حالات اور اس کے ساتھ پیش آمدہ مصیبتوں اور پریشانیوں کے سبب دل میں پیدا ہونے والے دکھ درد اور سوزِ دل کی وجہ سے ہے؟

• اگر یہ (پوری امت پر فرضیت جہاد والا) فتوی ان کے اُس مقبوضہ شہر کے متعلق ہوتا جس کے خلاف پوری دنیا ہوتی، تو کیا پھر بھی وہ اِس فتوے کی تردید میں محاضرہ کرتے؟ یا اس کی تصدیق وتائید کرتے اور اس کو نشر کرتے؛ کیوں کہ تب ان کو اس فتوے کی اہمیت کا اندازہ ہوتا اور اس لیے بھی کہ وہ فتوی اس دردناک حقیقت کو بیان کرتا ہے جو ان کے شہر میں ان کے اہلِ خانہ اور اہلِ بستی پر ظلم اور جلاوطنی کی شکل میں پیش آئی ہوتی۔ فَاللهُ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْهِ التُّكْلاَنُ.

• بعض اہلِ علم اس وقت پریشان ہوتے ہیں اور پیشانی شکن آلود ہو جاتی ہے جب شہداء کے چہروں پر مسکراہٹ دیکھتے ہیں، شہداء کی مسکراہٹ سے پیٹ میں مروڑ کیوں ہوتا ہے؟

کیوں پریشان ہوتے ہو...؟

جب اپنے کسی بیٹے کے چہرے پر مسکراہٹ دیکھتے ہو تو کیا تمہیں خوشی نہیں ہوتی؟

کیا اس وقت خوشیاں نہیں مناتے ؟؟

کیا اس کو لوگوں میں بیان کرتے نہیں پھرتے ؟

کیا اس پر اللہ کا شکر ادا نہیں کرتے ؟

کیا یہ مومنِ کامل کی صفات میں سے نہیں ہے کہ اپنے مسلمان بھائیوں کی خوشی میں خوش ہو اور ان کے رنج میں رنجیدہ ہو؟

نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا«مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادِّهِمْ، وتَرَاحُمِهِمْ، وتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الجَسَدِ إذا اشْتَكى منه عُضْوٌ تَدَاعى له سائِرُ الجَسَدِ بِالسَّهَرِ والْحُمّى.» (مسلم 2586)

ترجمہ: مسلمانوں کی مثال آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ الفت ومحبت، رحم وکرم اور ہمدردی ودردمندی کا معاملہ کرنے کے سلسلے میں ایک جسم جیسی ہے کہ جب جسم کے کسی حصے میں تکلیف رہتی ہے تو بقیہ جسم، بے خوابی اور بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

مجاہدین کے خلاف شیر...... کفار کے خلاف گیدڑ!!

بعض اہلِ علم پر افسوس ہوتا ہے کہ جب وہ مجاہدین کی لغزشوں کے متعلق سنتے ہیں تو آپ دیکھیں گے کہ ان لغزشوں کے متعلق میڈیا اور منبروں پر پوری قوت اور جوش وخروش کے ساتھ بیان کرتے ہیں؛ جبکہ آپ انہیں؛ دنیا کے اُن کافر حکمرانوں کے خلاف سرگوشی کرتے ہوئے بھی نہیں پائیں گے۔ جنہوں نے عزتوں کو تار تار کیا اور اسلامی مقدسات کو روند ڈالا۔ وإلى الله الْمُشْتَكى.

اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ﴾(المائدۃ 54)

ترجمہ: مومنوں کے لیے نرم اور کافروں کے لیے سخت ہیں۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ کامل مومنین کی صفات ہیں کہ اپنے مسلمان بھائیوں اور دوستوں کے لیے نرم دل اور اپنے مدِّ مقابل اور دشمنوں پر سخت ہوتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ﴾(الفتح 29)

ترجمہ: محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں، وہ کافروں کے مقابلے میں سخت ہیں (اور) آپس میں ایک دوسرے کے لیے رحم دل ہیں۔

نبی ﷺ کی صفات میں سے ہے کہ آپ "الضحوک القتال" یعنی (آپ اپنے دوستوں کے سامنے ہنس مکھ اور) دشمن کے سامنے جنگ کرنے والے تھے......اور یہی اہل ایمان کی صفت ہے کہ ان میں سے ہر بندہ مومن کفار کے لیے انتہائی سخت مگر نیک لوگوں پر بے حد رحم دل اور نیک ہیں اسی طرح کافروں کے لیے بہت تیز مزاج (ذراسی بات پر غصہ ہونے والا) اور تُرش رو مگر اپنے ایمان والے بھائی کے لیے ہَشّاش بَشّاش (ہنس مکھ اور خندہ رو)

کتاب الجہاد کیوں چھوڑتے ہو؟

یہ بات باعثِ رنج ہے کہ بعض طلبہ فقہ کی کتابوں کی شرح کرتے ہوئے جب کتاب الجہاد تک پہنچتے ہیں تو دل میں گرانی اور نفرت محسوس کرتے ہیں، پھر یا تو اس بحث کو چھوڑ کر آگے نکل جاتے ہیں یا پھر ایسے گزرتے ہیں جیسے کوئی شریف آدمی گزر رہا ہو، نہ جہاد کے احکام پر ٹھہرتے ہیں اور نہ جہاد کے اغراض و مقاصد اور اسرار و رموز سے بحث کرتے ہیں، جب کہ فقہ کے دیگر ابواب میں سَیر حاصل بحث کرتے ہیں، مسائل کی تفصیل بیان کرتے ہیں اور ان کی خوب تحقیق کرتے ہیں......ساری بے رخی اور تجاہل، فقہِ جہاد اور اس کے اسرار و رموز سے ہی کیوں ہے؟

حد تو یہ ہے کہ بعض طلبہ کو اگر جہاد کے احکام و مسائل اور فضیلت پر کوئی کتاب ہدیہ کی جائے تو اہمیت نہیں دیتے، حتی کہ اس کو کھول کر دیکھتے بھی نہیں، بس اس کو الماری میں رکھ دیتے ہیں، سالہا سال گزر جاتے ہیں لیکن اس کو پڑھنا گوارا نہیں کرتے اور کبھی چھپانے اور جلا کر چھٹکارا حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں؛ تاکہ ان پر دہشت گردی، انتہا پسندی، غلو کا الزام؛ نیز گمراہ ٹولہ (حکومت) سے چھپ کر کام کرنے کی تہمت نہ لگے۔

حیران کن امور

جو شخص فوج اور پولیس میں بھرتی ہونے کا ارادہ رکھتا ہے، تو کیا ہماری طرف سے اسے یہ نصیحت کی جاتی ہے کہ آپ علمِ دین حاصل کریں...؟؟

• جو شخص کفار کے ممالک میں دنیوی تعلیم حاصل کرنے کی خواہش رکھتا ہے، کیا اس سے کہا جاتا ہے کہ ہم آپ کو نصیحت کرتے ہیں کہ آپ دنیوی علوم کے بجائے علمِ دین حاصل کریں......؟؟ یا حوصلہ افزائی کی بارش ہونے لگتی ہے، مالی امداد اور اخلاقی تعاون کیا جانے لگتا ہے...؟؟

• پھر ہم لوگ، بعض اہلِ علم کے بارے میں بار بار یہ کیوں سنتے ہیں کہ جب وہ کسی کو جہاد کے لیے جاتے ہوئے دیکھتے ہیں تو اسے روک کر حصولِ علم میں لگانے کی کوشش کرتے ہیں...؟؟؟

ہم پر نکیر

بعض اہلِ علم اُس شخص پر نکیر کرتے ہیں جو لوگوں کو قتال پر ابھارتا ہے اور اللہ کے راستے میں جہاد کرنے کی ترغیب دیتا ہے، چنانچہ اس سے کہتے ہیں: کیا تم چاہتے ہو کہ تمام لوگ مجاہد بن جائیں؟ یہ محال ہے اور غیر معقول بات ہے...... ہم ان سے کہتے ہیں: کیا تم چاہتے ہو کہ تمام لوگ طالب علم بن جائیں؟؟ جب بھی کوئی شخص جہاد کے لیے نکلنا چاہتا ہے تو تم روک کر حصولِ علم میں لگادیتے ہو...؟

تمام صحابہ مجاہد تھے

جو شخص بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی اور سیرت میں غور کرے گا تو وہ اِس نتیجے پر پہنچے گا کہ:

۱• آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خواہش نہیں کی کہ تمام صحابہ عالم بن جائیں۔

۲• آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خواہش نہیں کی کہ تمام صحابہ فقیہ بن جائیں۔

۳• آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خواہش نہیں کی کہ تمام صحابہ محدّث بن جائیں۔

۴• آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خواہش نہیں کی کہ تمام صحابہ قاری بن جائیں۔

۵• آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خواہش نہیں کی، کہ تمام صحابہ داعی بن جائیں۔

۶• آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خواہش نہیں کی، کہ تمام صحابہ قاضی بن جائیں۔

لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کی بہت خواہش کی اور خوب کوشش کی، کہ تمام صحابہ مجاہد بن جائیں، اللہ کے لشکر بن جائیں، اپنی جان اور اپنا مال اللہ کے راستے میں قربان کریں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں جہاد کی بڑی اہمیت ہے، برخلاف بعض طلبہ کے کہ جہاد ان کو تمام کاموں میں سب سے آخر میں یاد آتا ہے، چہ جائیکہ وہ اس میں غور و فکر کریں اور اپنا دل و دماغ اس میں مشغول رکھیں۔

شبہ نمبر-۱۳

بعض طلبہ کے لیے جہاد سے ایک عجیب وغریب رکاوٹ یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں: ہم اپنی مسجد نہیں چھوڑ سکتے۔ وہ مسجد میں رہنے کو جہاد فی سبیل اللہ پر ترجیح دیتے ہیں۔

اس شبہے کا جواب یہ ہے کہ:

- کیا صحابہ کرام رضي الله عنهم نے جہاد چھوڑ کر مسجدِ حرام یا مسجدِ نبوی میں گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی؟؟ جب کہ وہ اِس امت کے سب سے زیادہ علم اور سمجھ رکھنے والے تھے؟
- کیا آپ کی مسجد، مسجدِ حرام اور مسجدِ نبوی سے افضل ہے؟؟ جس میں نماز کا ثواب کئی گنا زیادہ ہو جاتا ہے۔ حضرت جابر رضي الله عنہ سے روایت ہے:

انّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : «صَلَاةٌ فِي مَسْجِدِي أَفْضَلُ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيمَا سِوَاهُ، إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ ، وَصَلَاةٌ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَفْضَلُ مِنْ مِائَةِ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيمَا سِوَاهُ.»(سنن ابن ماجہ 1406)

ترجمہ: کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری مسجد میں ایک نماز پڑھنا دوسری مسجدوں میں ہزار نماز پڑھنے سے افضل ہے سوائے مسجدِ حرام کے، اور مسجدِ حرام میں ایک نماز پڑھنا دوسری مسجدوں کی ایک لاکھ نماز سے افضل ہے...

- شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا: اس بات پر تمام علما کا اتفاق ہے کہ اللہ کے راستے میں سرحد پر قیام کرنا تینوں مسجدوں (مسجدِ حرام، مسجد نبوی اور مسجدِ اقصی) میں اعتکاف کرنے سے افضل ہے۔

بلا شبہ جنسِ جہاد جنسِ حج سے افضل ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجَاهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾(التوبہ 19)

ترجمہ: کیا تم لوگوں نے حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجدِ حرام کے آباد رکھنے کو اس شخص کے (اعمال کے) برابر سمجھ رکھا ہے جو اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان لایا ہے، اور جس نے اللہ کے راستے میں جہاد کیا ہے۔ اللہ کے نزدیک یہ سب برابر نہیں ہو سکتے۔ اور اللہ ظالم لوگوں کو منزلِ مقصود تک نہیں پہنچاتا۔



شبہ نمبر-۱۴

بعض طلبہ کے لیے جہاد سے ایک عجیب رکاوٹ یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں: علما کا طبقہ جہاد نہیں کر رہا ہے۔

اس شبہے کا جواب:

اس شبہے کی بنیاد پر ہم کہیں گے کہ:

۱• ہم پیر اور جمعرات کا روزہ اس لیے نہیں رکھیں گے کہ فلاں عالم صاحب نہیں رکھتے۔

۲• ہم تہجد اس لیے نہیں پڑھیں گے کہ فلاں عالم صاحب نہیں پڑھتے۔

۳• ہم بعض سنتوں پر اس لیے عمل نہیں کریں گے کہ فلاں عالم صاحب نہیں کرتے۔

۴• ہم مسجد میں فجر کے بعد طلوعِ شمس تک اس لیے نہیں بیٹھیں گے کہ فلاں عالم صاحب نہیں بیٹھتے۔

۵• اسی طرح دیگر اچھے اعمال اس لیے نہیں انجام دیں گے کہ فلاں عالم صاحب نہیں انجام دیتے۔

پھر ہمارے اعمال کتاب و سنت سے کہاں مربوط ہوئے؟ ہمارے اعمال تو شخصیات سے مربوط ہو گئے!!...... اگر وہ عمل کریں گے تو ہم بھی کریں گے، اگر وہ عمل نہیں کریں گے تو ہم بھی نہیں کریں گے!!!

• تو کیا کوئی عقلمند مومن یہ کہہ سکتا ہے کہ ہم کتاب و سنت پر اس لیے عمل نہیں کریں گے کہ فلاں عالم صاحب نہیں عمل کرتے؟؟؟

• آپ صحابہ رضی اللہ عنہم کی اقتدا کیوں نہیں کرتے، جنہوں نے جہاد فی سبیل اللہ کو نہیں چھوڑا؟؟

• شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جہاد اور رباط کی بڑی فضیلت ہے، یہی وجہ ہے کہ صالح مومنین سرحدوں پر قیام کرتے تھے، مثلاً امام اوزاعی، ابو اسحاق فزاری، مخلد بن حسین، ابراہیم بن ادہم، عبداللہ بن مبارک، حذیفہ المرعشی اور یوسف بن اسباط رحمۃ اللہ علیہم اجمعین وغیرہ، یہ حضرات شامی سرحد پر قیام فرماتے تھے، ان میں سے بعض وہ ہیں جو خراسان اور عراق وغیرہ سے شامی سرحد پر قیام کے لیے آتے تھے؛ اس لیے کہ اہلِ شام ہی وہ لوگ ہیں جو اہلِ کتاب نصاریٰ سے قتال کرتے تھے۔

• لہٰذا اپنے آپ کو شہداء کی فضیلت، بلند مراتب اور ثوابِ عظیم سے اس لیے محروم نہ رکھیں کہ فلاں عالم صاحب نے اپنے آپ کو اس سے محروم رکھا ہے۔

• آپ کے اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے درمیان کیا جوڑ ہے ؟ ﴿وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ﴾(المطففین 26)

ترجمہ: اور یہی وہ چیز ہے جس پر للچانے والوں کو بڑھ چڑھ کر للچانا چاہیے۔

☆☆☆☆☆

شبہ نمبر-۱۵

بعض طلبہ کے لیے جہاد سے رکاوٹ یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں: اگر جہاد فرضِ عین ہوتا تو ہم ضرور جہاد کرنے جاتے۔

اس شبہے کا جواب یہ ہے کہ ہم کہیں گے:

۱• کیا جہاد کے لیے نکلنے کی یہ شرط ہے کہ جہاد فرضِ عین ہو...؟؟ آپ ثواب اور زیادہ اجر حاصل کرنے کی خواہش میں ہر سال نفلی حج کرتے ہیں، تو جہاد اور رباط کی خواہش کیوں نہیں کرتے؛ اگرچہ وہ فرضِ کفایہ ہو؟؟

۲• یہ ساری بے رخی اور بے اعتنائی، جہاد اور رباط ہی سے کیوں ہے؟ کہ ہم بالکل مجبوری کے وقت ہی جہاد کریں گے؟

۳• کیا بلند حوصلہ رکھنے والوں کی یہی صفات ہونی چاہئیں کہ اعمالِ صالحہ پر صرف اسی صورت میں عمل کریں جب وہ واجب ہوں ؟؟ جب کہ آپ، شب و روز کے مسنون و نفلی اعمال— سنن مؤکدہ، کھانے پینے کی سنتیں تہجد اور نفلی روزے وغیرہ— کو ادا کرنے کی پوری خواہش رکھتے ہیں تو جہاد کی خواہش کیوں نہیں رکھتے؟؟ اگرچہ آپ کی رائے کے مطابق وہ فرضِ کفایہ ہی ہے؟

☆☆☆☆☆

شبہ نمبر-۱۶

جہاد سے ایک رکاوٹ یہ ہے کہ بعض طلبہ کہتے ہیں کہ اس عظیم خیر یعنی اسباق کی پابندی کو کیسے ترک کر دیں؟؟ عظیم خیر کہنے سے ان کا یہ مقصد ہوتا ہے کہ ان کے دروس اور تقریروں میں کثرت سے لوگ شریک ہوتے ہیں روزانہ بہت سارے لوگ ان سے رابطہ کرتے ہیں اور ان کی اپنی کوئی ویب سائٹ ہے جس کو ہزاروں لوگ دیکھتے ہیں۔

اس شبہے کا جواب یہ ہے کہ:

• کیا صحابہ کرام — رضی اللہ عنھم — نے یہ دلیل پیش کر کے جہاد چھوڑ دیا تھا کہ لوگوں کو ان کے علم اور فقہ کی ضرورت ہے؟

• خوب جان لیں کہ اللہ کے نزدیک آپ کا مرتبہ کثرتِ متبعین کی وجہ سے نہیں ہو گا۔

• اور یہ بھی جان لیں کہ شہرت ہی سب کچھ نہیں ہے۔ کتنے ہی لوگ ایسے ہوتے ہیں جو مشہور نہیں ہوتے لیکن اللہ کے نزدیک ان کا مرتبہ بلند ہوتا ہے۔

حضرت اویس قرنی رحمہ اللہ کو ان کے زمانے میں کوئی نہیں جانتا تھا، اس کے باوجود تابعین میں سب سے بہتر تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا «إِنَّ خَيْرَ التَّابِعِينَ رَجُلٌ يُقَالُ له أُوَيْسٌ، وله والِدَةٌ وكانَ به بَيَاضٌ فَمُرُوهُ فَلْيَسْتَغْفِرْ لَكُمْ.» (مسلم 2542)

ترجمہ: تابعین میں سب سے بہتر ایک شخص ہو گا جس کا نام اویس ہو گا۔ اس کی والدہ ہوں گی، اسے برص کی بیماری ہو گی، اگر تم اس کے پاس سے گزرو تو اپنے لیے اس سے مغفرت کی دعا کراؤ۔

• روایات میں مذکور ہے کہ حضرت عبداللہؓ بن مسعود رضی اللہ عنہ نکلے، تو کچھ لوگ پیچھے پیچھے چلنے لگے، تو آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: آپ لوگوں کو کوئی ضرورت ہے؟ تو ان لوگوں نے کہا: ہم بس آپ کے پیچھے پیچھے چلنا چاہتے ہیں، تو آپ نے فرمایا: ایسا مت کرو، اس میں پیچھے چلنے والوں کی ذلت ہے اور جس کے پیچھے چلا جائے اس کے لیے فتنہ ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: میری چاہت ہے کہ لوگ میرے علم سے فائدہ اٹھائیں اور میں کسی ایسی گھاٹی میں زندگی گزاروں جہاں مجھے کوئی نہ جانتا ہو۔

لہذا کسی بھی مسلمان کو نہ اپنی عبادت سے دھوکہ کھانا چاہیے، نہ اپنے اعمالِ صالحہ سے اور نہ ہی لوگوں میں اپنی ایسی مقبولیت سے دھوکہ کھانا چاہیے کہ میری پکار اور آواز پر لبیک کہنے والے بہت زیادہ ہیں؛ نیز اپنے متّبعین و محبّین کی کثرت اور جمِّ غفیر کو دیکھ کر بھی، فریبِ علم میں مبتلا نہ ہو جانا چاہیے۔ اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْه.

• جان لیں کہ نہ آپ کے اسباق و دروس اور محاضرے و لیکچرس کی کثرت کا کوئی اعتبار ہے، نہ چمکتے دمکتے عنوانات و سرخیوں کا اور نہ ہی نصوص پر گہری نظر اور آپ کی ان مجلسوں اور محفلوں میں شریک ہونے والوں کی بھیڑ بھاڑ اور جمِّ غفیر کا کوئی وزن و قیمت ہے، برکت تو اللہ کی جانب سے آپ کے دل میں موجود اخلاص، صدق اور عمل کے مطابق ہوتی ہے۔ کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جنہوں نے دسیوں کتابیں لکھی ہیں اور سیکڑوں کلپس بنائی ہیں لیکن امت کے اندر ان کا نفع بہت تھوڑا ہے......اور بعض لوگوں کی صرف ایک دو کتابیں ہوتی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ ان میں برکت ڈال دیتا ہے، جس کی وجہ سے اس کا علم دنیا میں پھیل جاتا ہے اور بہت سارے لوگ اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

بنی اسرائیل کی روش

بعض اہلِ علم، اہل بدعت اور فرقِ ضالّہ کی تردید اور عقائد کے میدان کو بڑی اہمیت دیتے ہیں؛ لیکن جب کسی بادشاہ کو کفریہ یا شرکیہ یا ارتدادی امور میں مبتلا دیکھتے ہیں تو دین و عقیدے پر ان کا غصہ اور غیرت نظر نہیں آتی، وہ بھرپور کوشش کرتے ہیں کہ چکنی چپڑی باتیں بنا کر گول مول جواب دے دیا جائے اور بادشاہ کے لیے جہاں تک ہو سکے اعذار وضع کیے جائیں۔

• ہاں! اگر کوئی غریب فقیر آدمی یا ایسا شخص جس کے پاس نہ عہدہ و منصب ہو، اور نہ ہی معاشرے اور سماج میں اس کی کوئی عزت و حیثیت؛ ان امور کا ارتکاب کرے تو یہ علما ان پر اپنا غیض و غضب اور دینی حمیت دکھاتے ہیں......اور اس شخص کو انتہائی ذلّت آمیز الفاظ کے ساتھ متّصف کرتے ہیں، اس کے پاس اٹھنے بیٹھنے سے اجتناب کرنے کی تلقین کرتے ہیں......اس کے لیے عقیدۃ الولاء والبراء استعمال کرتے ہیں اور اس سے تعلقات منقطع کر دیتے ہیں اور دوسروں کو بھی تعلقات ختم کرنے کا حکم دیتے ہیں۔

• چنانچہ بادشاہ اور شہر کے بااثر افراد کے لیے تو اللہ تعالیٰ کے یہ دونوں فرامین پیش کرتے ہیں۔﴿فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى﴾ (طہ 44)

ترجمہ: جا کر دونوں اس سے نرمی سے بات کرنا، شاید وہ نصیحت قبول کرے، یا (اللہ سے) ڈر جائے۔

﴿اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ﴾(النحل 125)

ترجمہ: آپ اپنے رب کی راہ کی طرف علم کی باتوں اور اچھی نصیحتوں کے ذریعے سے بلائیے اور (اگر بحث آن پڑے تو) ان کے ساتھ اچھے طریقے سے بحث کیجیے۔

لیکن جب بات آتی ہے غریب فقیر، عام لوگوں اور ان افراد کی، جنہیں معاشرے اور سماج میں کوئی مقام و مرتبہ حاصل نہ ہو تو ان کے بارے میں اس جیسی آیتیں پیش کی جاتی ہیں:

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِکِیْنَ ﴿الحجر:94)

ترجمہ: لہذا جس بات کا تمہیں حکم دیا جارہا ہے اسے علی الاعلان لوگوں کو سنادو، اور جو لوگ (پھر بھی) شرک کریں، ان کی پرواہ مت کرو۔

• اس سلسلے میں ان علما کی بنی اسرائیل کے ساتھ بہت زیادہ مشابہت پائی جاتی ہے نبی ﷺ نے فرمایا:

إِنَّمَا أَهْلَكَ الَّذِينَ قَبْلَكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ، وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الضَّعِيفُ أَقَامُوا عَلَيْهِ الْحَدَّ.(بخاری ،5743 مسلم 8761)

پچھلی بہت ساری امتیں اس لیے ہلاک ہوئیں کہ جب ان کا کوئی شریف آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور اگر کمزور چوری کرتا تو اس پر حد قائم کرتے۔

☆☆☆☆☆

شبہ نمبر-۱۷

ایک عجیب و غریب بات یہ ہے کہ وہ اہلِ علم جو اپنے دروس اور تقریروں میں ایسی اسلامی حکومت کے قیام کی صدا لگاتے ہیں جو زندگی کے تمام شعبوں میں شریعت کے مطابق فیصلے کرے......ان میں سے کچھ علما کی یہ حالت ہوتی ہے کہ جب اسلامی حکومت قائم ہورہی ہوتی ہے یا قائم ہوا ہی چاہتی ہے اور مجاہدین اپنی نصرت اور اپنے ساتھ کھڑے ہونے کے لیے پکار رہے ہوتے ہیں تو یہ اہلِ علم

پیچھے ہٹنے لگتے ہیں...... ساتھ چھوڑنے لگتے ہیں......اور سست پڑنے لگتے ہیں۔اب یہ لوگ اس طاغوتی حکومت کو–جو غیر شرعی احکام نافذ کرتی ہے–اُس اسلامی حکومت کی طرف ہجرت کرنے پر ترجیح دیتے ہیں جو اللہ کی شریعت نافذ کرتی ہے۔

- اللہ ہی بہتر جانتا ہے یہ ترکِ امداد، دنیوی منفعت اور ذاتی مفاد کے زوال کے خوف سے ہے......؟
- شیطان کا بہکاوا، جھوٹی امیدیں اور نفس کا دھوکہ ہے......؟
- یا ان کا یہ خیالی پلاؤ ہے کہ وہ محاضرے اور تقریریں کر کر کے اسلامی حکومت قائم کرلیں گے؟ایسی اسلامی حکومت ؟؟ جو طاغوت کی قوت اور تسلط سے مزاحمت کرسکے ؟؟ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ معاملہ کیا ہے؟۔
- وہ ہزار بار سوچتے ہیں کہ اپنی خوبصورت بیوی کو کیسے چھوڑدیں؟؟
- کیسے اپنی اولاد سے جدا ہو جائیں؟ کیسے اپنا گھر بار چھوڑدیں جس کو بنانے میں بڑی مشقت اٹھائی ہے اور مال خرچ کیے ہیں؟
- اپنی ملازمت کیسے چھوڑدیں جس کے ذریعے موٹی تنخواہ ملتی ہے؟؟
- اور وہ سوچتے ہیں کہ اپنا وطن کیسے چھوڑدیں جہاں عرصۂ دراز سے رہتے ہیں؟
- تو ہم اسے یہ آیت یاد دلائیں گے۔

﴿قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا﴾(النساء 77)

ترجمہ: کہہ دو کہ دنیا کا فائدہ تو تھوڑا سا ہے اور جو شخص تقوی اختیار کرے اس کے لیے آخرت کئی زیادہ بہتر ہے، اور تم پر ایک تاگے کے برابر بھی ظلم نہیں ہو گا۔

- اور یہ آیت بھی یاد دلائیں گے ﴿قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ﴾(التوبہ 24)

ترجمہ: (اے پیغمبر! مسلمانوں سے) کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، اور تمہارا خاندان، اور وہ مال و دولت جو تم نے کمایا ہے اور وہ کاروبار جس کے مندا ہونے کا تمہیں اندیشہ ہے، اور وہ رہائشی مکان جو تمہیں پسند ہیں، تمہیں اللہ اور اس کے رسول سے، اور اس کے راستے میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں۔ تو انتظار کرو، یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ صادر فرمادے اور اللہ نافرمان لوگوں کو منزل تک نہیں پہنچاتا۔

• علامہ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ آیتِ کریمہ اس دعوے کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت واجب ہے...... نیز اللہ اور اس کے رسول کی محبت کو تمام محبتوں پر مقدم رکھنا واجب ہے...... اور اس شخص پر سخت وعید اور بڑی ناراضگی وغصہ خداوندی ہے جس کو مذکورہ چیزیں (یعنی مال واولاد وغیرہ) اللہ، رسول اللہ ﷺ اور جہاد فی سبیل اللہ سے زیادہ محبوب ہوں۔

• اور محبت کی پہچان کیسے ہوگی کہ فلاں شخص اللہ سے محبت کرتا ہے یا نفسانی خواہش پر عمل کرتا ہے، تو اس کی پہچان یہ ہے کہ اگر کسی کے سامنے دو چیزیں پیش کی جائیں، ایک وہ جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو تو محبوب ہو؛ مگر اس کے نفس پر گراں ہو، دوسرے یہ کہ ایسی چیز پیش کی جائے جو اس کے نفس کو پسند ہو؛ لیکن اپنے نفس کی پسندیدہ چیز چھوڑ کر اللہ اور رسول اللہ کے حکم کو فوقیت دے، یا اپنے نفس کی پسندیدہ چیز کو اللہ کی محبوب چیز کے سامنے حقیر سمجھے تو ان دونوں صورتوں میں اسے، اللہ کی محبت کو ترجیح دینے والا شمار کیا جائے گا؛ لیکن اگر اللہ کی پسندیدہ چیز پر اپنی نفسانی خواہش کو مقدم رکھے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ شخص ظالم ہے اور واجبات کا تارک ہے۔

آپ حق کے ساتھ ہیں؟ یا قوت کے ساتھ؟

• اب جب کہ صلیبیوں نے، اسلامی خطوں میں موجود اپنے اتحادیوں اور کارندوں کی حمایت اور مدد سے عالمِ اسلام کو کنٹرول میں کر لیا ہے، تو بعض اہلِ علم، ذرائعِ ابلاغ اور میڈیا میں جہاد اور مجاہدین سے جنگ کرنے لگے ہیں، یہ لوگ مجاہدین کو دہشت گرد، متشدد گروہ اور انتہا پسند کہتے ہیں۔

• یہ سب کیوں ہے؟ اس لیے کہ طاقت، قوت اور پاور صلیبیوں اور ان کے کارندوں کے پاس ہے؟۔

• جیسے ہی صلیبیوں کا تسلط ٹوٹے گا (اور عنقریب ایسا ہونے والا ہے، ان شاء اللہ) اور مجاہدین کا دور دورہ، رعب ودبدبہ قبضہ وغلغلہ ہوگا اور ان کی قوتِ بازو مضبوط ہوگی تو یہ لوگ اپنی تقریریں، محاضرات اور اشعار کو مجاہدین اور جہاد کے حق میں استعمال کرنے لگیں گے، پھر ان کے لیکچروں اور محاضروں کے عنوان اس طرح ہوں گے: "اللہ أکبر... کابل فتح ہو گیا" "اللہ أکبر... دجلہ وفرات کا علاقہ فتح ہو گیا" وغیرہ۔

• کیا آپ طاقت کے پیچھے چلتے ہیں کہ جہاں طاقت ہو اسی طرف اپنا رخ کر لیں؟ یا حق کے ساتھ ہیں؟

•اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿الَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْٓا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ وَاِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ قَالُوْٓا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾(النساء 141)

ترجمہ:(اے مسلمانو) یہ وہ لوگ ہیں جو تمہارے (انجام کے)انتظار میں بیٹھے رہتے ہیں۔ چنانچہ اگر تمہیں اللہ کی طرف سے فتح ملے تو(تم سے) کہتے ہیں کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے ؟اور اگر کافروں کو (فتح) نصیب ہو تو(ان سے) کہتے ہیں کہ کیا ہم نے تم پر قابو نہیں پالیا تھا؟اور کیا(اس کے باوجود) ہم نے تمہیں مسلمانوں سے نہیں بچایا؟

شخصی تحفظ

وزارتِ داخلہ کا ایک شعبہ ہے جسے " شخصی تحفظ کا شعبہ " کہا جاتا ہے ،اس شعبے سے منسلک افراد (باڈی گارڈ) کا کام وزراء اور نیتاؤں کا تحفظ کرنا ہوتا ہے ، یہ لوگ وزراء اور نیتاؤں کی سلامتی کے لیے اپنی جان کی بازی لگا دیتے ہیں اور اپنے آپ کو ہلاک کر دیتے ہیں۔ جب یہ لوگ ہلاک ہوتے ہیں تو میڈیا کے ذریعے ان کے شہید ہونے کا اعلان کیا جاتا ہے اور کوئی بھی اس اعلان پر نکیر نہیں کرتا، نہ ہی کوئی یہ کہتا ہے کہ انہوں نے خودکشی کی ہے یا اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالا ہے سوائے اس شخص کے جس پر اللہ کا رحم وکرم ہے، اس لیے کہ اس معاملے کا تعلق حاکم سے ہے لہذا اپنے ذاتی مفاد کے خوف کی وجہ سے اس کے اندر اتنی سکت نہیں ہے کہ کچھ بول سکے

۔

•اس کے بالمقابل جب استشہادی یا جہادی کارروائیاں اور ایسے اقدامات کے بارے میں سنتے یا دیکھتے ہیں جن میں اسلام اور مسلمانوں کی فتح ونصرت اور اللہ کے دشمنوں کی ہزیمت وشکست (کی خوش خبری) ہو تو بڑی قوت و جرأت کے ساتھ میڈیا میں اس پر نکیر کرتے ہیں اور کہتے ہیں: ’’یہ ناجائز عمل ہے‘‘۔ ’’خودکشی ہے‘‘۔ ’’اپنی جان ہلاکت میں ڈالنا ہے‘‘......۔ ’’انہوں نے نوجوانوں کے ساتھ کھلواڑ کیا ہے‘‘اور انہیں جھانسا وفریب دیا ہے۔

چند خیالات کی تصحیح

•بعض اہلِ علم کا یہ خیال ہے کہ جب جہاد کے لیے نکلیں گے تو ان کا علمی اور دعوتی فیضان کم ہو جائے گا،ایسا سمجھنا غلط ہے......اور جہاد کی حقیقت سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔ بلکہ ہم نے دیکھا ہے کہ جہادی میدان میں رسالے تحریر کیے جاتے ہیں،انٹرنیٹ پر ویڈیو اور

آڈیو بیانات اور انٹرویو اپلوڈ و نشر کیے جاتے ہیں......اور بعد میں مختلف زبانوں میں ان کے ترجمے کیے جاتے ہیں۔اس طرح وہاں علمی اور دعوتی کام (دیگر جگہوں کے مقابلے میں) زیادہ ہوتا ہے،

یہ مجاہدین پر اللہ کا فضل و کرم ہے کہ انہوں نے علمی اور دعوتی فریضے کو نہیں بھلایا۔

• کیا آپ کو معلوم ہے کہ جہاد اور رباط کے میدان میں آپ شرعی کورسیز کرا سکتے ہیں؟ مثلاً عقائد، فقہ، احکامِ جہاد، تجوید اور آداب کے سلسلے میں کورسیز کرا سکتے ہیں......اس طرح علم کی نشر و اشاعت کا فریضہ ادا ہو سکتا ہے۔

• کیا آپ کو معلوم ہے کہ جہاد اور رباط کے میدان میں مختلف زبانوں کے مجاہدین کے مراکز میں گھومنے اور وہاں ایمانی اور تربیتی دروس دینے کا موقع ملتا ہے......؟اس طرح دعوت الی اللہ کا فریضہ ادا ہو سکتا ہے۔

• وہ بات درست نہیں ہے جو اکثر لوگ سمجھتے ہیں کہ جہاد کے میدان میں صرف جنگ ہی ہوتی ہے، یہ ناقص اور ادھوری بات ہے، جہاد اور رباط کا میدان بہت بڑا اور وسیع و عریض میدان ہے، اس میں بہت ساری عبادات ادا کرنے کا موقع ملتا ہے، اس کو وہی شخص سمجھ سکتا ہے جسے اس کا تجربہ ہے۔

جدید منہج

بعض اہلِ علم کی عادت ہے کہ اگر کوئی شخص ان سے جہاد کے لیے نکلنے کا مشورہ کرتا ہے تو اسے نصیحت کر کے حصولِ علم کی طرف متوجہ کرتے ہیں، ہمیشہ ان کی یہی عادت، اور ہر وقت ان کا یہی طور طریقہ اور طرزِ بیان ہوتا ہے....

ہم ان سے یہی کہیں گے: کیا نبی ﷺ کا یہی طریقہ تھا کہ جب بھی کوئی آپ ﷺ کے پاس جہاد کی خواہش لے کر آتا تو آپ ﷺ اس کو کبار علما سے حصول علم کے لیے مدینہ بھیج دیتے؟؟

• صرف دو یا چند واقعات وارد ہوئے ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ نے کسی صحابی کو جو جہاد کی خواہش لے کر آیا ہو عذر کی وجہ سے جہاد نہ کرنے کی ترغیب دی ہے:

• عَن عَبدِ اللہ بن عمرٍو جاءَ رَجُلٌ إلى النبيِّ ﷺ، يَسْتَأْذِنُهُ في الجِهادِ فَقالَ: أَحَيٌّ والِداكَ؟ قالَ: نَعَمْ، قالَ: فَفِيهِما فَجاهِدْ.(مسلم 2549)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی ﷺ کی خدمت میں آیا اور اس نے آپ ﷺ سے جہاد میں جانے کی اجازت مانگی تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا تیرے والدین زندہ ہیں اس نے عرض کیا جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: تو ان کی خدمت میں رہ، تیرے لیے یہی جہاد ہے۔

• عَن ابنِ عَبّاسٍ أنّه سَمِعَ النَبِيَ ﷺ يَقُول : لا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بامْرَأَةٍ إلّا وَمعها ذُو مَحْرَمٍ ، وَلا تُسافِرِ المَرْأَةُ إلّا مع ذِي مَحْرَمٍ ، فَقامَ رَجُلٌ ، فَقالَ : يا رَسولَ اللهِ ، إنَّ امْرَأَتِي خَرَجَت حاجَّةً ، وإنِّي اكْتُتِبْتُ في غَزْوَةِ كَذا وَكَذا ، قالَ: انْطَلِقْ فَحُجَّ مع امْرَأَتِكَ.(مسلم 3411)

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ کوئی مرد کسی غیر محرم عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ بیٹھے اور کوئی عورت اس وقت تک سفر نہ کرے جب تک اس کے ساتھ کوئی اس کا محرم نہ ہو۔ اتنے میں ایک صحابی کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے فلاں جہاد کے لیے اپنا نام لکھوادیا ہے اور میری بیوی حج کے لیے جا رہی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر تو بھی جا اور اپنی بیوی کے ساتھ حج کر۔

شیطان کا کھلواڑ

"الدرر السنیۃ" میں لکھا ہے کہ شیخ عبدالرحمن بن حسن نے فرمایا: بخدا شیطان نے زیادہ تر لوگوں کے ساتھ کھلواڑ کیا ہے، ان کی فطرت کو تبدیل کر دیا ہے اور ان کو اپنے رب اور خالق کے متعلق شک اور تذبذب میں مبتلا کر دیا ہے، حتی کہ لوگ کفار کی طرف مائل ہو گئے، اسلام کا طریقہ چھوڑ کر کفار کے طریقہ پر راضی ہو گئے۔ ان فتنوں اور آزمائشوں کے پھیلنے سے پہلے ہمارا خیال تھا کہ اطرافِ عالم میں کچھ باحمیت اور باکمال افراد موجود ہیں، جو دین کے لیے غیرت رکھتے ہیں، دین کی حمایت میں اپنی جان اور اپنا مال قربان کرتے ہیں،

لہذا اے ایمان والو! سب کے سب اللہ سے توبہ کرو؛ تاکہ کامیاب ہو جاؤ، اپنے دشمن یعنی کفار و مشرکین سے جہاد کر کے اپنے ایمان کو پرکھو، اللہ تعالیٰ نے ان کفار کے ذریعے تمہارا امتحان لیا ہے اور تمہاری بستیوں سے ان کو قریب کر کے تمہیں آزمائش میں مبتلا کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿الٓمّٓ. اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ. وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ﴾ (العنکبوت 1تا3)

ترجمہ: کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ انہیں یوں ہی چھوڑ دیا جائے گا کہ بس وہ یہ کہہ دیں کہ ہم ایمان لے آئے۔ اور ان کو آزمایا نہ جائے؟؟ حالانکہ ہم نے ان سب کی آزمائش کی ہے جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں؛ لہذا اللہ ضرور معلوم کر کے رہے گا کہ کون لوگ ہیں جنہوں نے سچائی سے کام لیا ہے... اور وہ یہ بھی معلوم کر کے رہے گا کہ کون لوگ جھوٹے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے تو تم کو جہاد کی دعوت دی ہے اور اسے کرنے کا حکم دیا ہے۔

اصل آزاد یہ ہیں

کیا جہاد نہ کرنے والے لوگ ہمت رکھتے ہیں کہ دین کے ان تمام امور کو صاف صاف بیان کریں جن کا وہ اعتقاد رکھتے ہیں؟؟ یا ان کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ بادشاہ کے خوف سے بعض اعتقادات مخفی رکھیں؛ چنانچہ بسا اوقات وہ صریح کفر اور واضح ارتداد دیکھتے ہیں لیکن جب ان سے میڈیا کے اسٹیج پر پوچھا جاتا ہے تو گول مول جواب دینے کی کوشش کرتے ہیں؛ تاکہ میڈیا میں ان کی دعوت اور نذرانے کا سلسلہ چلتا رہے، بسا اوقات وہ صریح منکر اور خلافِ شرع کام دیکھتے ہیں مثلاً غیر شرعی فیصلے، سودی بینک کاری کی اجازت، غیروں کے سامنے عورتوں کی نمائش، داڑھی مونڈنا اور جھوٹی خبریں پھیلانا، تو ان پر نکیر کرنے کی ہمت نہیں کرتے۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ جب راستہ چلتے ہوئے ان منکرات کو دیکھیں تو فوری طور پر ان پر نکیر کریں، یہ مقصد نہیں ہے کہ تقریروں اور محاضرات و لیکچرس میں ان پر نکیر کریں؛ اس لیے کہ بعض اوقات ان کا ارتکاب کرنے والے ان محاضروں میں شریک نہیں ہوتے، لہذا صرف تقریروں میں ان پر نکیر کر دینا کافی نہیں ہوگا؛ بلکہ براہِ راست نکیر کرنا ضروری ہے، چاہے زبان سے کہہ کر نکیر کریں یا تحریری طور پر؛ لیکن یہ لوگ باطل پر (بولنے کے بجائے) خاموشی کو ترجیح دیتے ہیں اور شخصی مفاد پر خوف کی وجہ سے حق بات کا اعلان نہیں کرتے ؛ مگر جس پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔

• اور جہاں تک مجاہدین کی بات ہے تو ان کا حال تو یہ ہے کہ وہ حق بات بیان کرتے ہیں...... اور ڈنکے کی چوٹ پر حق کی آواز بلند کرتے ہیں...... اور ان تمام چیزوں کا اعلان کرتے ہیں جن کا وہ اعتقاد رکھتے ہیں اور دنیا کے سُپّر پاور سے بھی نہیں ڈرتے۔ مجاہدین دو اچھائیوں کے درمیان ہوتے ہیں، یا تو ان کے لیے شہادت ہے یا پھر نصرت و فتح۔

عن جابر رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: «سيدُ الشهداءِ حمزةُ بنُ عبدِ المطلِبِ ورجلٌ قامَ إلى إمامٍ جائرٍ فأمَرَهُ ونهاهُ فقتَلَهُ.» رواه الترمذي والحاكم وقال صحيح الإسناد.

ترجمہ: حضرت جابر رضي اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: شہداء کے سردار حضرت حمزہ بن عبد المطلب ہیں اور وہ شخص ہے جو ظالم بادشاہ کے سامنے کھڑا ہو اور بادشاہ اس کو (کوئی خلافِ شرع کام کرنے کا) حکم کرے تو وہ منع کر دے، جس کی پاداش میں بادشاہ اسے قتل کر دے۔

حرف آخر

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ﴾ (ق 37)

ترجمہ: یقیناً اس میں اس شخص کے لیے بڑی نصیحت کا سامان ہے جس کے پاس دل ہو، یا جو حاضر دماغ بن کر کان دھرے۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ مجھے اور آپ سبھی قارئین کو جنت الفردوس میں اس طرح جمع کرے کہ ہم لوگ انبیاء، صدیقین اور شہداء کے آمنے سامنے اونچی نشستوں پر بیٹھے ہوں...... اور ہمیں ایک دوسرے سے محبت اور الفت کرنے والا اور ایک دوسرے پر رحم کرنے والا بنائے؛ نیز اللہ تعالیٰ سے یہ بھی دعا کرتا ہوں کہ آپ ہماری تمام نصیحتوں کو قبول فرمائیں اور ہر نصیحت کو اس کے بہترین محل پر رکھیں؛ اگرچہ وہ آپ کی رائے کے خلاف ہو...... اور شیطان کو ہمارے درمیان نفرت پیدا کرنے کا کوئی راستہ بنانے کا موقع نہ دیجیے۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ «إِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ أَيِسَ أَنْ يَعْبُدَهُ الْمُصَلُّونَ فِي جَزِيرَةِ الْعَرَبِ وَلَكِنْ فِي التَّحْرِيشِ بَيْنَهُمْ.

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا بیشک شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا ہے کہ جزیرۃ العرب کے نمازی اس کی عبادت کریں؛ لیکن وہ ان میں لڑائی اور فساد کرادے گا۔ امام مسلم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ تحریش کے معنی آپس میں فساد برپا کرنا اور کسی سے علیحدگی اختیار کرنا اور بائیکاٹ کرنا ہے۔

کتبه العبد الفقير الى عفو ربه ورحمته وكرمه

خالد بن عبد الرحمن الحسينان

اپنے مجاہد بھائیوں کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا۔

''مرکز الفجر للإعلام''کا ایک ساتھی۔

رجب1432ھ~2011/6م